

# معارفِ ملیّت

جلدِ اوّل

اس سلسلہ کے تینوں سٹوں کی نو کتابوں کے ملنے کے پتے

(۱) محمد مقتدی خاں شہرانی۔ علی گڑھ۔

(۲) محمد الیاس بنی جام باغ۔ حیدرآباد (دکن)۔

(۳) شیخ مبارک علی۔ لہاری دروازہ۔ لاہور۔

مدتہ منجبات نظم آرد

# معارف ملت

ترتبہ

محمد الیاس بنی امیہ الال بی (علیگ)

دسابق پروفیسر انکس محمدن کالج علی گڑھ

معلم معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن



مطبع مسلم پوسٹل پریس ایسوسی ایشن علی گڑھ میں طبع ۱۹۲۲ء

(۱۹۲۲ء)

(عبد الحق خان)

(۱۹۲۲ء)





# تمہیں

اُردو شاعری کی بھی عجب اُفتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی  
حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی ادیار  
کی بجلیاں گرتی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابلِ دید تھی۔ خود  
فرماں روئے وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر شاعری کی دھن میں مست تھے  
شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نخل پڑے  
آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہتی لگے اور مذاحوں کی واہ وائے آسمان سر پر  
اُٹھالیا۔ رنگ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قدرتاُسی رنگ میں رنگ گیا۔  
چنانچہ اس میں حُسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طواریق  
کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مہرئی چھائی انصاف

و عادات کی کیا گت بنی، جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے، یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہی پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرائش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حسن چھپا رہا۔ مبالغوں و لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیئے اگر کہیں اس رنگ میں جرات، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جلوہ دکھایا ہو تا تو پھر قیامت تھی فحش اور مبتذل کلام سے توجہ نہیں ان واسوختوں نے نہ معلوم کتنے زونناں جھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو لیجئے۔ اس میں نہرا لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہی کیا ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایہ حیات اور سرمایہ سبابت ہیں۔ جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی

شگفتگی بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود  
 قلب کو گراتا اور رُوح کو تڑپاتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تڑپاتا ہے  
 ہنستوں کو رولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہے۔ شاعری نے اس میں بلا کا اثر  
 بھر دیا ہے۔ کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت  
 اس کی مقبولیت کی ضامن ہے اور نفسیات کے دربار سے اسی کو بقائے  
 دوام کا فرمان ملا ہے۔

اشاعتِ ادب، ترقی زبان اور اصلاحِ تمدن کی ایک عمدہ پسیل یہ ہے  
 کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مرتب کر کے ناظرین کے روبرو پیش  
 کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ  
 طریق بہت رائج اور مقبول ہے۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع  
 ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے، ذوق سلیم پیدا ہوتا  
 ہے اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہے۔

کچھ انتخابات آج کل نصابِ تعلیم میں داخل ہیں بعض شاعروں کا منتخب

کلام بھی شائع ہو رہا ہے لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظام  
 رہا جو ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجود  
 رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمہ داریوں  
 سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور  
 کارگر تدبیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتہ چلا کہ ہماری شاعری کی بہت  
 شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین ملت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ ہی  
 حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں  
 اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرک بنی ہوئی ہیں اسی طرح جذبات  
 کو لیجئے۔ اول تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اُردو  
 شاعری نے قومی تنزل اور تباہی کے دور میں ہوش سنبھالا قدرتا کلام بار  
 اور یاس انگیز ہے۔ دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش،  
 فسادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر مہکن  
 ہے کہ اسے سن کر مال و دولت اور جاہ و خیمت سے دل بیزار نہ ہو۔ شاعری کی

یہ بروقت ہماری جیسی مضحل اور تباہل پسند قوم کو حق میں بہت خطرناک ہے۔  
 کہیں خدا نخواستہ جدوجہد کے رہی سے ولولے اور ترقی کی اُمٹیں پھر سرد  
 نہ پڑ جائیں اس وقت تو کچھ ایسے حارنحہ کی ضرورت ہے جس سے دلوں  
 کی افسردگی نکلے۔ اولوالعزمی اُبھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔ اس  
 گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال  
 پیدا ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ  
 سے آنکھوں کے سامنے موجود رہے۔ لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں  
 اب جا کر نقاشی شروع کی ہے اور ابھی وہ زمانہ دور ہے جب کہ نہچر کی تصاویر  
 منہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اُردو شاعری میں گوناگوں اصلاح و  
 ترقی کی ضرورت و گنجائش ہے اور بحالتِ موجودہ غالباً انگریزی شاعری  
 اس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہے۔

اسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخباتِ نظم اُردو کا  
 ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ مجانت مضامین کے لحاظ سے

اس کے تین جداگانہ حصے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت۔ حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) جذباتِ فطرت۔ سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالب ۷

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میری دل سے  
(۳) مناظرِ قدرت۔ اوقات، مقامات، مخلوقات و اہمیت کی دلکش تصاویر کا مجموعہ۔  
ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلہ ہونا نہ تو  
ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو یہ پہلو تو مشق اور  
غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں لیکن شاعری کے رنگ و  
بو سے کوئی نظم خالی نہیں بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال  
کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابلِ قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل سے نئے  
ضروری مضامین کے صاف ستھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں سچ

پوچھے تو یہ بھی بڑا کام ہے خدا جانے انہی کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار  
 قلم کیسے کیسے انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں۔ علاوہ بریں ارتقاء  
 شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہونگی پھر کسی جامع انتخاب میں کیونکر  
 نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر  
 بار ہوں تو اُمید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گی بابتہ ان کی ضیافت طبع  
 کے واسطے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دلنے پکے  
 ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی و لطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون پیش  
 نظر رکھ کر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھانڈنا  
 حسب صلاحیت ان کو از سر نو ملانا یا جداگانہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں  
 کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون دار اس طرح ترتیب دینا کہ  
 ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو، یہ سب اہتمام کیا تب  
 کہیں اس سلسلہ منتخبات کا ڈول پڑا۔ آئندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب

ہوگا، ہر حصہ کی متعدد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور  
ضمیمت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی امید ہے کہ اس طرح پُر  
شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفسیح و جلا  
ہوتی ہے ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خداؤ تعالیٰ ان کو  
جزائے خیر دے۔ آمین

جن حضرات نے نمرانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اس سلسلہ کی  
جلدوں کو اپنی قابلانہ رہائیوں سے فرین فرمایا اور اس کی طباعت غیر  
کا حسبِ دلخواہ اہتمام کیا مؤلف ان کا بھی بدل ممنونِ احسان ہے۔

ملک کو اُردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ  
پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد  
ثابت کرنے کا۔ السعی منی والاک تمام من اللہ۔



## تمہید دوم

خدا کا شکر ہے کہ ملک میں اس سلسلہ کی اُمید سے بڑھکر قدر ہوئی معزز اخبار اور ممتاز ادیبوں نے گرجوشی سے اظہارِ پسندیدگی فرمایا۔ اور بالاتفاق اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا مشورہ دیا بلکہ اصرار کیا۔ اس کے شائع ہوتے ہی بلا مبالغہ فرمائشوں کا تار بندھ گیا۔ اکثر صوبوں کے مدارس میں نصابِ انعام و کتب خانوں کے واسطے اس سلسلہ کی کتابیں منتخب اور منظور ہو گئیں بغرض ہر طریق سے اُردو خواں پبلک کی لچھی اور قدر دانی سلسلہ کے متعلق روز افزوں نظر آتی ہے۔ اس بخت افزائی نے قدرۃً نے سمجھوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کر دی چنانچہ ۱۹۱۹ء میں پہلا اور ۱۹۲۰ء میں دوسرا سہ ماہی ہوا ۱۹۲۱ء میں تیسرے سہ ماہی کے ساتھ ساتھ پہلے دوستوں کے دوسرے ادیشن نکل آئے۔ سی دور میں اور مواد فراہم ہوتا رہا۔ اُمید ہے کہ چوتھا سہ ماہی بھی سالِ آئندہ شائع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

پہلے دوستوں میں انتخاب اور ترتیب کی مدد سے ہر جداگانہ نظم سے ایک مستقل مضمون نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی۔ تیسرے سٹ میں جدت آگرنے اور بھی زیادہ آزادی برتی ہے۔ یعنی ایک ہی نظم کے طور پر اسی شاعر کے متفرق اشعار اس طرح ترتیب دیے ہیں کہ ان کے اجتماع سے نئے نئے لطیف مضامین مترشح ہونے لگے اور خود شاعر کے ارتقائے تخیل کے عجیب و غریب نقشے پیش نظر ہو گئے۔ انتخاب اور ترتیب کے فن میں اس جدت سے بہت کچھ کام بننے کی امید ہے اور یقین ہے کہ یہ طریق بہت مقبول ہوگا۔ بطور تمثیل جذباتِ فطرت جلدیوم میں بعض نظمیں بالخصوص علامہ تقی میرؒ کا ام میرؒ کا شکایتِ اُلفت۔  
 ۱۴۱ مخمّہ اُلفت ۱۴۲ آرزوئے اُلفت ۱۴۳ خواب عاشق ۱۴۴ بے زبانی  
 ۱۴۵ قاصد ۱۴۶ کیفیت عشق ۱۴۷ رازِ عشق ۱۴۸ کوئے یار ۱۴۹ گل و بلبل  
 قابلِ ملاحظہ ہیں۔

خدا کو منظور ہے تو یہ سلسلہ اردو شاعری کے موتی جو اہر کا خزانہ شمار ہوگا۔ السبحی منی واکلا تمام من اللہ۔

جامعہ عثمانیہ - حیدرآباد دکن

الیاس بی

اکتوبر ۱۹۲۱ء

# معارفِ ملت

## جلدِ اول

### فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت یہ مضامین متجانسہ درج ہیں۔

صفحہ

- |     |       |         |      |         |   |
|-----|-------|---------|------|---------|---|
| (۱) | معرفت | .. .. . | صد   | .. .. . | ۱ |
| (۲) | معرفت | .. .. . | ۛ    | .. .. . | ۲ |
| (۳) | معرفت | .. .. . | سودا | .. .. . | ۛ |
| (۴) | معرفت | .. .. . | الٹش | .. .. . | ۳ |
| (۵) | معرفت | .. .. . | امیر | .. .. . | ۴ |

- (۶) معرفت .. .. . امیر .. .. . ۴
- (۷) معرفت .. .. . الش .. .. . ۵
- (۸) معرفت .. .. . امیر .. .. . ۶
- (۹) نعرہ مستانہ .. .. . نیرنگ .. .. . ۷
- (۱۰) معرفت .. .. . مصحفی .. .. . ۷
- (۱۱) معرفت .. .. . الش .. .. . ۸
- (۱۲) معرفت .. .. . نظیر اکبر آبادی .. .. . ۸
- (۱۳) ترانہ وحدت .. .. . محرم .. .. . ۹
- (۱۴) خدا کے جلوے .. .. . ۱۰
- (۱۵) معرفت .. .. . ۹ .. .. . ۱۲
- (۱۶) جلوہ قدرت .. .. . متفرق .. .. . ۱۱
- (۱۷) معرفت .. .. . ذوق .. .. . ۱۳
- (۱۸) معرفت .. .. . الش .. .. . ۱۵
- (۱۹) معرفت .. .. . میر .. .. . ۱۶
- (۲۰) معرفت .. .. . الش .. .. . ۱۷

- (۲۱) معرفت ..... اسماعیل ..... ۱۷
- (۲۲) معرفت ..... اکبر ..... ۱۸
- (۲۳) گدستہ معرفت ..... متفرق ..... ۱۹
- (۲۴) محمد ..... حالی ..... ۲۱
- (۲۵) محمد ..... رشد ..... ۲۳
- (۲۶) محمد ..... ظفر ..... =
- (۲۷) محمد ..... حالی ..... =
- (۲۸) جس جلالہ ..... ۹ ..... ۲۴
- (۲۹) محمد ..... داغ ..... =
- (۳۰) محمد ..... ۱۰ ..... ۲۶
- (۳۱) مناجات ..... موسیٰ ..... =
- (۳۲) مناجات ..... انیس ..... ۲۸
- (۳۳) مناجات ..... داغ ..... =
- (۳۴) مناجات ..... ظفر ..... ۲۹
- (۳۵) کریمی و حسینی ..... امیر ..... ۳۰

صفحہ	
۳۱	(۳۶) مناجات .. .. . ظفر .. .. .
=	(۳۷) مناجات .. .. . اقبال .. .. .
۳۲	(۳۸) وجد .. .. . ذوق .. .. .
۳۳	(۳۹) گریہ .. .. . میر وغالب .. .. .
۳۴	(۴۰) دعائے فاتحہ شریف .. .. . حبیب .. .. .
۳۵	(۴۱) مسلم کی مناجات .. .. . اقبال .. .. .
۳۶	(۴۲) شاعر کی مناجات .. .. . انیس .. .. .
۳۸	(۴۳) شاعر کی دعا .. .. . انزاد .. .. .
=	(۴۴) شکوہ .. .. . اقبال .. .. .
۴۷	(۴۵) جواب شکوہ .. .. . = .. .. .
۵۸	(۴۶) صلی اللہ علیہ وسلم .. .. . امیر .. .. .
۵۹	(۴۷) یہ ہی تو ہیں .. .. . شب دین .. .. .
=	(۴۸) شب معراج .. .. . جلیل .. .. .
۶۲	(۴۹) سلامی علیک .. .. . امیر .. .. .
۶۵	(۵۰) عشق نبی صلعم .. .. . ۹ .. .. .

- (۵۱) عشقِ نبی صلعم ..... ۹ ..... ۶۶
- (۵۲) نعت ..... بیان ..... ۶۷
- (۵۳) نعت ..... سرورِ جان آبادی ..... ۶۸
- (۵۴) پردہٴ میم ..... اقبال ..... ۷۱
- (۵۵) شمعِ ہدایت ..... ظفر علی خاں ..... ۷۲
- (۵۶) بعثتِ حضرتِ خاتم النبیین صلعم ..... حالی ..... ۷۳
- (۵۷) شوقِ زیارتِ بیت اللہ شریف ..... ۹ ..... ۷۶
- (۵۸) شوقِ زیارتِ مدینہ منورہ ..... امیر ..... ۷۷
- (۵۹) شوقِ زیارتِ مدینہ منورہ ..... مسکین ..... ۷۸
- (۶۰) شوقِ زیارتِ مدینہ منورہ ..... لبمل ..... ۷۸
- (۶۱) مدینہ کی جوگن ..... ۹ ..... ۷۹
- (۶۲) عرضِ حال ..... حالی ..... ۸۰
- (۶۳) تحفہٴ اُمت ..... اقبال ..... ۸۰
- (۶۴) خدا کی باتیں خدا ہی جانے ..... نظیر اکبر آبادی ..... ۸۲
- (۶۵) خدا کی خدائی ..... حالی ..... ۸۲

- (۶۶) حضرت انسان .. .. عارف .. .. ۸۵
- (۶۷) خدا کی امانت .. .. محروم .. .. ۸۶
- (۶۸) دل .. .. مبرا .. .. ۸۸
- (۶۹) تنبیہ الی فطیر .. .. شریعت .. .. ۸۹
- (۷۰) سفر آخرت .. .. تسلیم .. .. ۸۹
- (۷۱) بہشتی .. .. اکبر .. .. ۹۰
- (۷۲) چشم باطن .. .. ۹۱
- (۷۳) فکر باقیات .. .. ۹۲
- (۷۴) فکر عاقبت .. .. ذوی .. .. ۹۲
- (۷۵) مال زندگی .. .. خسارت .. .. ۹۳
- (۷۶) نیرم حیات .. .. احمدی .. .. ۹۴
- (۷۷) دار الغرور دنیا .. .. محروم .. .. ۱۰۰
- (۷۸) اقتساب زندگی .. .. برق دھوی .. .. ۱۰۱
- (۷۹) قدیم سادہ زندگی .. .. حالی .. .. ۱۰۲
- (۸۰) کلمۃ الحق .. .. ۱۰۴



۱۱۳	..... اسماعیل	۸۱
۱۱۳	..... میر	۸۲
۱۱۴	..... حالی	۸۳
۱۱۵	.....	۸۴
۱۱۶	.....	۸۵
۱۱۷	.....	۸۶
۱۱۸	..... اسماعیل	۸۷
۱۱۹	..... غالب	۸۸
۱۲۰	..... اقبال	۸۹
۱۲۱	.....	۹۰
۱۲۲	..... دیوانہ	۹۱
۱۲۳	..... ۹	۹۲
۱۲۵	..... رہند	۹۳
۱۲۶	..... اقبال	۹۴
۱۲۷	.....	۹۵

صفحہ

(۹۳) شعاعِ تنقیر .. .. . شبلی .. ۱۲۷

(۹۷) گل .. .. . اقبال .. ۱۲۸

(۹۸) حالِ اقبال .. .. . = .. ۱۲۹

(۹۹) اسلام کا کارنامہ .. .. . حالی .. ۱۳۰

(۱۰۰) مسلمانوں کا فسانہ .. .. . اکبر .. ۱۳۱

(۱۰۱) مرثیہ سلی .. .. . اقبال .. ۱۳۳

(۱۰۲) بلادِ اسلامیہ .. .. . = .. ۱۳۴

(۱۰۳) شمع و شاعر .. .. . = .. ۱۳۷

(۱۰۴) آج کل کے مسلمان اور اسلام اکبر .. ۱۴۲



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ۱۔ معرفت

ارض و سما کہاں تری بیعت کو پاسکے      میرا ہی دل ہو وہ کہ جہاں تو سما سکے  
 وحدت میں تیری حرف و بیگانہ آسکے      آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھاسکے  
 قاصد نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے      اس کا پیام دل کے سوا کون لاسکے  
 یارب یہ کیا ظلم ہے اور اک فہم یاں      دوڑے ہزار آپے باہر نہ جاسکے  
 گو سچ کر کے بات بٹھائی یہ کی حصول      دل سے اٹھا خلاف اگر تو اٹھاسکے  
 غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زہن ہمار      اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے

مست شرابِ عشق وہ بن جو دہی جس کو حشر  
 لے درج چاہے لائے بن جو پھر نہ لاسکے

## ۲۔ معرفت

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا      برابر ہی دنیا کو دیکھا نہ دیکھا  
یگانہ ہے تو آہ بیگانگی میں      کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا  
اذیت، مصیبت، ملامت بلائیں      ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا  
تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے      ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا  
جو اب رخِ یار تھے آپ ہی ہم      کھلی آنکھ جب کوئی پردہ نہ دیکھا  
شب و روز کے دردِ در پہ ہوں اُس نے  
کونے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

درد

## ۳۔ معرفت

بلبل نے جسے جا کے گلستان میں دیکھا      ہم نے اُسے سرخار و بیابان میں دیکھا  
روشن ہو وہ ہر ایک ستارے میں لپکا      جس نو زکوٰۃ نے مہِ کُنان میں دیکھا  
ہم ہم کس جمعیتِ کونین چوہل میں      لگا وہ تری زلفِ پریشان میں دیکھا

واعط تو سنی بولے ہی جس رونڈی تیں اُس رُو کو ہم نے شبِ بحرِ ان میں دکھیا جلدوں  
 سودا جو تر حال ہی اتنا تو تیں وہ  
 کیا جائے تو نے اُسے کس آن میں دکھیا

سودا

## ۴۔ معرفت

باغِ عالم میں نہیں کوئی ثنا خواں تیرا ذکر کرتا ہی سراک مرغِ خوش الحان تیرا  
 کون عالم میں ہی ایسا جو تیں سرسجود کس کی گردن کو جھکا تا نہیں احسان تیرا  
 جسمِ خاکی سے ہی دشوار رسائی تجھ تک گرداؤ کر نہیں چھو سکتی ہی داماں تیرا  
 عشق نے آنکھوں کو دیار دکھایا آخر پردہ پوشی سے ہوا حسن نہ نہاں تیرا  
 بانٹ چاہے جس دولت و جہاں کی ابد و چاہتا تیرے سوا کچھ نہیں خواہاں تیرا

نیت اہل توکل ہی کرم نے بھر دی  
 سیرِ نعمت سے دو عالم کی ہر مہماں تیرا

السن

## ۸۔ معرفت

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے      کون جانے تجھے کہاں تو ہے  
 لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ      سونشائوں پہ لاشاں تو ہے  
 تو ہی خلوت میں تو ہی جلوت میں      کہیں نہاں کہیں عیاں تو ہے  
 نہیں تیرے سوا یہاں کوئی  
 میزبان تو ہے میماں تو ہے

امیر

## ۹۔ نعرہ مستانہ

تو جا بجا ہے تو سولہو ہے      تو کو کہو ہے تو موبو ہے  
 ظاہر بھی تو ہے منظر بھی تو ہے      ہر سمت اپنے خود روبرو ہے  
 جلوہ بھی تیرا نکھیں بھی تیری      منظور بھی تو ناظر بھی تو ہے  
 جو بندہ تو ہے یا بندہ تو ہے      مطلوب تو ہے تو جستجو ہے  
 دارالحرم میں بیت الصنم میں      تیری طلب میں اک ہاؤ ہو ہے

صحن چمن میں جنگل میں بن میں تو رنگ و بو ہے نشو و نما ہے  
 ابرنماں میں رازِ عیاں میں نایاب بھی تو حاصل بھی تو ہے  
 تیری لگن تھی تو لگ گیا جب  
 نیرنگ کی پھر کیا آرزو ہے

نیرنگ

## ۱۰۔ معرفت

معشوق ہوں یا عاشق معشوق نہا ہوں معلوم نہیں مجھ کو کہ میں کون ہوں کیا ہوں  
 ہوں شاہدِ تنزیہ کے رخسار کا پردہ یا خود ہی میں شاہد ہوں کہ پردہ میں چھپا ہوں  
 ہستی کو مری ہستی عالم نہ سمجھنا ہوں بہت مگر ہستی عالم سے جدا ہوں  
 انداز ہیں سب عاشق و معشوق کے مجھ میں سو زحکو و دل ہوں کہیں ناز و ادا ہوں  
 ہے مجھ سے گریبانِ گل و صبحِ معطر میں عطرِ نسیمِ چمن و بادِ صبا ہوں  
 یہ کیا ہے کہ مجھ پر مرا عقدہ نہیں کھلتا ہر خد کہ خود عقدہ و خود عقدہ کتا ہوں  
 گوشِ شنوا ہو تو مرے رُخ کو سمجھے

حق یہ ہے کہ میں سازِ حقیقت کی صدا ہوں

مصطفیٰ

## ۱۱۔ معرفت

جبا بے ساین دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا نہایت غم ہی اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا  
 تعلق روح سے مجھ کو جد کا ناگوار ہے زمانے میں طین ہی چار دن کی آشنائی کا  
 نکل لے جان تِن سے تا وصال یا یہ حال ہو چمن کی سیر ہی انجام بلبل کی ہائی کا  
 دل نہایت سے صاف عشق پاک رکھتا ہے تماشا دکھتا ہی حسن اُس کی خود نمائی کا  
 نہیں دیکھا ہے لیکن تجھ کو چھپانا ہی التمش نے  
 بجا ہی لے صنم جو تجھ کو دعویٰ ہی خدائی کا

التمش

## ۱۲۔ معرفت

وہ رنگ کیوں لعل پخشان میں آیا نیم میں کیوں گوہر غلطان میں آیا  
 یا قوت میں الماس میں مرجان میں آیا جب حسن ازل پر دہ امکان میں آیا  
 بے رنگ ہر رنگ ہر ایک شلن میں آیا  
 بو، ہو کے ہر اک پھول کی تھی سیسا، موتی میں ہو آب ستاروں میں ضیا،



تہمانہ ہماری ہی وہ شہ رگ کی ملا ہے      نزدیک ہو وہ سب جہاں اس کی بھرا ہے      جلاوطن  
 جب چشم کھلی دل کی تو پہچان میں آیا  
 کیا قمری دل سوختہ کیا بلبل لال      کیا بلبل و چین تختہ کا کیا زیرِ خیاباں  
 سب لکے یہی بات پکاریں ہیں آں      گل بھی وہی سنبھل وہی نرگس بھی بچا  
 اپنے ہی تماشے کو گلستان میں آیا  
 کیا ارض و سماحہ رو ملک یو پری جہاں      کیا وحشی طائر نہیں اک دم کوئی اس میں  
 ہر بات یہی بات یہی ذکر ہو ہر چہن      اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن  
 مذکور یہی آیت قرآن میں آیا  
 نظیر اکبر آبادی

### ۱۳۔ ترانہ وحدت

ہر ذرہ میں ہے طور تیرا      ہے برق و شرر میں تو رتیرا  
 افسانہ ترا جہاں تھاں ہی      چرچا ہی قریب و دور تیرا  
 ہر ذرہ خاک میں ہی لعل      مخصوص نہیں ہے طور تیرا  
 محتاج شراب و جام کب ہی      جس دل کو ہوا سرور تیرا

گاتے ہیں سحر ہوا میں کیا کیا دم بھرتے ہیں سب طیور تیرا  
تو جلوہ فگن کہاں نہیں ہے  
وہ جا نہیں تو جہاں نہیں ہے

تاروں میں چمک دمک تری ہو جو رعد میں ہو کڑک تری ہو  
لے باعثِ رونقِ گلستاں شاخوں میں لہک پک تری ہو  
ہر غنجہ میں ہے ترا تبسم ہر گل میں بھری نمک تری ہو  
نغمے مرغانِ خوش گلو کے کہتے ہیں یہ سب چمک تری ہو  
کہتی ہے کلی کلی زباں سے میری یہ نہیں چمک تری ہو  
بشگفتہ ہے تو چمنِ جمن میں  
خذاں ہو گلابِ یاسمن میں

عروس

## ۱۴۔ خدائے جلوے

بتاؤ مہرِ منور میں نور کس کا ہے میانِ انجم تا باںِ ظہور کس کا ہے  
یہ تجھ میں لے دلِ شاعر سرور کس کا ہے دماغِ فلسفی تجھ میں شعور کس کا ہے  
یہ سارے جلوے ہیں کس کے خدائے جلوے ہیں

وہی ہر رعد میں بجلی میں اور بادل میں اسی کے دم سے ہر نگل ہر ایک جنگل میں جلد اول  
اسی کی بوہر گلوں میں اسی کی ریں پھل میں اسی کی نکتہ تر ہر صبا کے آنچل میں  
یہ سارے جلوے ہیں کس کے، خدا کے جلوے ہیں

ہر ایک برگِ حیرت، اس کا ہی پتا دیتا جو گل سے پوچھو تو وہ بھی ہر مسکرا دیتا  
ہر ایک سرو جو آنکلی ہر یوں اٹھا دیتا نشان اُس کا ہمیں ہے یہ بر ملا دیتا  
یہ سارے جلوے ہیں کس کے، خدا کے جلوے ہیں

چمن میں دشت میں ڈالی میں کوہِ صحرایہ کہیں اوے میں شبنم میں ابر و دریا میں  
شرر میں شعلہ میں آتش میں برقِ سینا شبنم گل میں نسیم مسرت افزا میں  
یہ سارے جلوے ہیں کس کے، خدا کے جلوے ہیں

اسی کے جلوے ہیں سارے جو چشمِ مبنا ہو تمام ڈرتے ہیں تارے جو چشمِ مبنا ہو  
وہ رو برو ہی ہمارے جو چشمِ مبنا ہو بشرِ زباں سے پکارے جو چشمِ مبنا ہو  
یہ سارے جلوے ہیں کس کے، خدا کے جلوے ہیں

## ۱۵- معرفت

مہرِ وپے کھاتے تجھے دیکھا ہم نے      ماہ میں ہاتھ جھکاتے تجھے دیکھا ہم نے  
 نرم آوازِ نسیموں میں تری ہم نے سنی      آنکھ تارے میں لڑاتے تجھے دیکھا ہم نے  
 آبشاروں میں ترانغہ زبیا پایا      پھول ہونٹ دکھاتے تجھے دیکھا ہم نے  
 رعد میں غصہ بھرا حکم ترا ہم نے سنا      برق میں سنتے ہنسائے تجھے دیکھا ہم نے  
 سینچ کر خشک زین اپنے غلاموں کے لئے      کھیتیاں سبز کاتے تجھے دیکھا ہم نے  
 جذبِ عنایات تری ہوں تو گنی بھی جائیں  
 فیضِ کاسیل بہاتے تجھے دیکھا ہم نے

۹

## ۱۶- جلوۂ قدرت

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا      تو ہی آیا نظرِ جدھر دیکھا  
 گلشن میں پھروں کہ سیرِ صحرا دیکھوں      یا معدنِ کوہِ دشت و دریا دیکھوں  
 ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے      حیراں ہوں کہ دوائی کھوں کیا کیا دیکھوں

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے      بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے  
ہر رنگ میں جلوہ ہی تری قدرت کا      جس پھول کو سو نکھتا ہوں پوچھ تیری ہے

۱ نہیں

غلط تھا آپ سے غافل گردنا      نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا  
گلِ وائینہ کیا خورشید و مہ کیا      جدھر دکھیا تہ صر تیرا ہی رو تھا

میر

جہاں تیرے جلوہ سے معمور نکلا      پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا  
وجود و عدم دونوں گھر پاس نکلا      نہ یہ دور نکلا نہ وہ دور نکلا

داغ

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا      آتش پہ معاں نے راگ گایا تیرا  
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے      انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

۱ نہیں

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہی تو      آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہی تو  
نزدیکِ رگِ جاں سے ہی اُس پر یہ بُعد      اسد اسد کس قدر دُور ہے تو

۱ نہیں

جلداول یہ دربار ہی خالقِ دو جہاں کا ادب اپنا سکہ بٹھائے ہوئے ہے  
نہ سمجھو کہ حاضر نہیں حق تعالیٰ یہ عالم خود آنکھیں جھپکائے ہوئے ہے  
آکبر

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا جوں شمع سراپا ہوا اگر صرف زبان کا  
پردہ کو تعین کے درِ دل سے اٹھاؤ کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا  
سودا

گر معرفت کا چہنم بصیرت میں نور ہے تو جس طرف کو دیکھئے اس کا ظہور ہے  
آتی ہر دل میں اور ہی صورت نظر چھے شاید یہ آئینہ بھی کسی کے حضور ہے

چاروں طرف سے صورتِ جانان ہو جلوہ گر دل صاف ہو ترا تو ہی آئینہ خانہ کیا  
درد  
آتش

## ۱۷۔ معرفت

اُسے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا  
کرے کیا سیر دل ملکِ فنا کی کہ اس بازار میں سودا نہ پایا

جلداول

وہ از خود رقتہ ہوں جس کو خودی نے  
 خدائی میں اگر ڈھونڈا نہ پایا  
 یہی ہر دم ہے زخمِ دل کا رونا  
 دہن پایا لبِ گویا نہ پایا  
 کبھی تو، اور کبھی تیرا غم  
 غرض خالی دل شیدا نہ پایا  
 نظیر اس کا کہاں عالم میں لے ذوق  
 کہیں ایسا نہ پائے گا نہ پایا

ذوق

## ۱۸- معرفت

حسنِ پری اک جلوۂ متانہ ہی اس کا  
 ہشیار وہی ہی کہ جو دیوانہ ہی اس کا  
 وہ شوخ نہاں گنج کی مانند ہی اس کا  
 معمورۂ عالم جو ہی ویرانہ ہی اس کا  
 جو چشم کہ حیراں ہوئی آئینہ ہی اس کی  
 جو سینہ کہ صد چاک ہوا شانہ ہی اس کا  
 دل قصرِ شہنشاہی وہ شوخ اس میں شاہ  
 عصہ یہ دِ عالم کا جلو خانہ ہی اس کا  
 وہ یاد ہی اس کی جو بھلاوے دو جہاں نحو  
 حالت کو کرے غیر وہ یارانہ ہی اس کا  
 آوارگیِ نکمتِ گل ہے یہ اشارہ  
 جامہ سے وہ باہر ہی جو دیوانہ ہی اس کا  
 یہ حال ہوا اس کے فقیروں سے ہویدا  
 آلودۂ دنیا جو ہے بیگانہ ہی اس کا

شکرانہ ساقی ازل کرتا ہوا آتش  
لہر زیمے شوق سے پیمانہ ہو اس کا  
آتش

## ۱۹۔ معرفت

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا  
پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں  
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ٹھہر تھا  
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا  
آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ لے کلم  
یک شعلہ برق خرمین صد کوہ طور تھا  
مجلس میں ات ایک تے پرتے بغیر  
کیا شمع کیا تینگ ہر اک بے حضور تھا  
تھا وہ تو رشکِ حورِ بستی ہم ہی میں تیر  
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

میر

## ۲۰۔ معرفت

یہ کس رشکِ میسحا کا مکاں ہے  
زمین یاں کی چارم آسمان ہے



جلد اول

خدا نہاں ہے عالم آشکارا نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے  
تکلف سے بری ہے حسن ذاتی قبلے گل میں گل بوٹہ کہاں ہے  
برنگ ہوں گلشن میں میں ہل بغل غنچہ کی میرا اشیاں ہے  
تعلق ہوتا ہے خوشبو سے اس کے کسی گلرود کا غنچہ عطراں ہے  
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ  
فناعت بھی بہا ربے خزاں ہے

الٹش

## ۲۱۔ معرفت

خدا یا نہیں کوئی تیرے سوا اگر تو نہ ہوتا تو ہوتا ہی کیا  
تصور تری ذات کا ہے محال کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال  
تعقل میں اتنی صنفاں کہاں تفکر کو ایسی رسانی کہاں  
یہاں عقل جاتی ہے آئی ہوئی تجیل یہ پہنٹ ہے چھائی ہوئی  
تفکر کے جلتے ہیں پر اس جگہ تصور کا کٹنا ہے سر اس جگہ  
نہ ٹھیری کوئی تازہ موج میں نہ پہنچا کوئی تیرا اس اوج میں

جدا دل

جلا اس ہوا میں نہ کوئی چراغ  
پریشان ہوئے دل تھک سب داغ  
جو ہوتی مشابہ ترے کوئی چیز  
تو کچھ کام کرتی سمجھ یا تمیز  
ترا کوئی ہجنس و ہمت انیس  
گماں کا یہاں پاؤں جتا نہیں  
سمجھ کیا ہے اور کیا سمجھ کی بساط  
سمندر سے قطرے کا کیا ارتباط  
جلی بوند لینے سمندر کی تھا  
یکایک لیا موج نے اس کو کھا  
ہوئی آپ ہی گم تو پائے کسے  
بتائے وہ کیا اور خباہ کسے

اسمعیل

## ۲۲۔ معرفت

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتائیں  
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سر ملتائیں  
معرفت خالق کی عالم میں بہت دشوار ہے  
شہر تین میں جب کہ خود اپنا پتا ملتائیں  
عافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیا خوشی  
عافلوں کو بے غم عقبیٰ فر ملتائیں  
زندگانی کا فرامتا تھا جن کی بزم میں  
ان کی قبروں کا بھی اب ٹھکانا ملتائیں

اکبر

جلا اس ہوا میں نہ کوئی چراغ      پریشاں ہوئے دل تھک سب داغ  
جو ہوتی مشابہ ترے کوئی چیز      تو کچھ کام کرتی سمجھ یا تمیز  
ترا کوئی ہجرت و ہمت انیس      گماں کا یہاں پاؤں تھا نہیں  
سمجھ کیا ہے اور کیا سمجھ کی بباط      سمندر سے قطرے کا کیا ارتباط  
پہلی بوند لینے سمندر کی تھا      یکساں لیا موج نے اس کو کھا  
ہوئی آپ ہی گم تو پائے کسے  
تباہ وہ کیا اور خباہ کسے

اسمعیل

## ۲۲- معرفت

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتائیں      ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سر ملتائیں  
معرفت خالق کی عالم میں بہت شور مچا رہا      شہر تین میں جب کہ خود اپنا پتا ملتائیں  
عافلوں کے لطف کو کافی ہو دنیا خوشی      عافلوں کو بے غم عقبیٰ فر ملتائیں  
زندگانی کا فراموش تھا جن کی نرم میں  
ان کی قبروں کا بھی اب ٹھکانا ملتائیں

اکر

## ۲۳۔ گلستہ معرفت

اعمال سے میں اپنے بہتے خبر چلا آیا تھا آہ کس لئے او کیا میں کر چلا

سودا

مری بندگی سے مے جرم افزوں ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ

داغ

واعظ کے ڈرے ہر یوم الحسا ہے گریہ تو میرا نامہ اعمال دھو گیا

حس

اکسیر پر ہوس اتنا نہ ناز کرنا بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا

درد

نہ ماما آپ کو جو خاک ہو اکسیر نجاتا اگر پاپے کو لے اکسیر گمراہ تو کیا مارا

ذوق

انساں غریزہ خاطر اہل جہاں نہو وہ مہرباں نہو تو کوئی مہرباں نہو  
پیری میں بھی گیا نہ تغافل نہ ہر حیف اتنا بھی کوئی مائل خواب گراں نہو

امیر

چاہتے ہیں کب نشان اپنا مثالِ نقشِ پا  
جو کہ مٹ جانے کو بیٹھے ہیں فنا کی راہ پر  
ہر صراطِ المستقیم کے لئے جس نے ظفر  
استقامت کی ہر تیلیم و ضا کی راہ پر  
ظفر

ہو گیا مہماں سرائے کثرتِ مہوم آہ  
وہ دلِ خالی جو تیرا خاص خلوت خانہ تھا  
وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا  
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا  
در

مٹ جائیں اک ان میں کثرتِ نمایاں  
ہم آئینہ کے سامنے جب آئے ہو کر ہیں  
ترد امنی یہ شیخ ہماری نہ جانیو  
دامنِ پُچڑ دیں تو فرشتے وضو کر ہیں  
در

کیا فرق داغ و گل میں کہ جس گل میں تو نہو  
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہو  
جو کچھ کہ ہم نے کی ہے تمنائی مگر  
یہ آرزو رہی ہے کہ کچھ آرزو نہو  
در

اہلِ فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے  
لوحِ مزا بھی مری چھاتی یہ ننگ ہے  
اس ہستیِ خراب سے کیا کام تھا ہیں  
اے نشہِ ظہور یہ تیری ترنگ ہے  
در

## ۲۴- حمد

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا      باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا  
 ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ      ہر دل پہ چھارہا ہے رب جمال تیرا  
 کاوش میں رہا آہی دگر اس طبعی      جو حل ہوا نہ ہو گا وہ ہے سوال تیرا  
 چھوٹے بچے ہر گنجی پر دل بند ہوئے ہیں      ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا  
 گو حکم تیرے لاکھوں ماں ٹالے رہے ہیں      لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا  
 ان کی نظر میں شوکتِ حق ہی نہیں کسی کی      آنکھوں میں بس رہا ہے جن کے جمال تیرا  
 دل ہو کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھے      دل ہے سو بجز تیری جاں ہے سوال تیرا  
 ہے پائس دستوں کے تیری یہی نشانی      یارب کبھی نہ پائے زخم اندام تیرا  
 بیگانگی میں حالی یہ رنگِ استغاثی  
 سن سن کے سر دھنسنے قال اہل حال تیرا

حالی

## ۲۵- حمد

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا  
 شان افس ہے تیری مرتبہ اعلیٰ تیرا  
 ایک عالم کو ترے نام کا ہی ورد اید و  
 دید لیلیٰ کے لئے دیدہ مجنوں ہی ضرور  
 جستجو میں جو نہ دوڑیں تری لٹیں وہ پاؤں  
 تو ہی نے ان کو بنایا ہی بد قدرت سے  
 سب بے گانہ ہی اے دوست شایا تیرا  
 تو ہے یکتا کوئی ثانی نہیں تھا تیرا  
 میں ہی کچھ ذکر نہیں کرتا ہوں نہ تیرا  
 میری آنکھوں سے کوئی دیکھے نہ تھا تیرا  
 سر وہ کٹ جائے نہ ہو جس میں کہ سودا ہوا  
 تو ہی چاہے گا تو گرے گا یہ نیلا تیرا

عاشقِ روئے پری شیفتہ حور نہیں  
 جانِ جاں رسد ہی دیوانہ و شیدا تیرا

سرفراز

## ۲۶- حمد

مقدور کس کو حمدِ خداے جلیل کا  
 پانی میں اس نے راہبری کی کلیم کی  
 اس جا پہ بے زباں ہی دس قال و قیل کا  
 آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیل کا

اس کی مدد سے فوج ابابیل نے کیا لشکر تباہ کعبہ پہ اصحاب فیل کا  
پھرتا ہی اس کے حکم سے گردوں میں چلتا ہے یا عمل کوئی جسے تفتیل کا  
کیا پائے کہ ذات کو اس کے کوئی ظفر  
واں عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

ظفر

## ۲۷۔ حمد

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا  
چچا نہیں نظروں میں یا خلعتِ سلطانی  
غفلت تری مانے بن کچھ بن ہی نہیں تھی  
تو ہی نظر آتا ہی ہر شے پہ محیط آن کو  
نشتیں وہاں کے شرار ہیں اور بخود  
سمجھا ہی ہے تجھ کو اور اک کی سرحد سے  
آفاق میں پھیلے کی کتب تک نہ مک تیری  
ہر بول ترا دل شکوے کے گزرتا ہی  
اک بندہ نافرماں ہے حمد سیرا تیرا  
کلی میں مگن اپنی رہتا ہے گدا تیرا  
ہیں خیرہ و سرکش بھی دم بھتے صد تیرا  
جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گلا تیرا  
جو شکر نہیں کرتے نعمت یہ ادا تیرا  
جس قوم نے رکھا ہی ازنا، روا تیرا  
گھر گھر لے پھرتی ہی پیغام صبا تیرا  
کچھ رنگِ باحالی ہی سب جدا تیرا  
حالی



## ۲۸۔ جل جلالہ

تری ذات پاک ہے خدا تری شان جل جلالہ  
 ترا نام مالکِ دسرا تری شان جل جلالہ  
 جسے چاہے مردہ بنائے تو جسے چاہے زندہ اٹھائے تو  
 ترے ہاتھ میں ہے فنا بقا تری شان جل جلالہ  
 کوئی شاہ کوئی امیر ہے کوئی یتیم و فقیر ہے  
 جسے چاہا جیسا بنا دیا تری شان جل جلالہ  
 کوئی قیام ہے تیرا نام ہی کوئی کتاسی کہ تو زام ہی  
 غرض ایک سب کا ہے مدعا تری شان جل جلالہ  
 ہی ہر اک چین میں تو رنگِ بوہڑیاں یہ طوطی کی تو ہی  
 پڑھے کیوں نہ بلبلِ خوشنوا تری شان جل جلالہ

۲۹۔ حمد  
 ۹

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے دل سے سب کچھ جھلادیا تو نے

جلد اول

ہم نکلے ہوئے زمانے سے کام ایسا لکھا دیا تو نے  
 لاکھ دینے کا ایک دینا ہے دل بے مدعا دیا تو نے  
 کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے  
 بے طلب جو ملا ملا مجھ کو بے غرض جو دیا دیا تو نے  
 نارِ مُرد کو کیا گلزار دوست کو یوں بچا دیا تو نے  
 صبحِ موعِ نیمِ گلشن کو نفسِ جاں فزا دیا تو نے  
 نعمہ بیل کو رنگ و بو گل کو دکش و خوش نما دیا تو نے  
 جن قدر میں نے تجھ سے خوشی کی اس سے مجھ کو سوا دیا تو نے  
 رہبرِ خضر و ہادی الیاس مجھ کو وہ رہنما دیا تو نے  
 مٹ گئے دل سے نقشِ ہل سب نقشہ ایسا جما دیا تو نے  
 ہی یہی راہِ منزلِ مقصود خوب رستے لگا دیا تو نے  
 مجھ گنہگار کو جو بخش دیا تو جہنم کو کیا دیا تو نے  
 داغ کو کون دینے والا تھا  
 جو دیا لے خدا دیا تو نے

داغ

## ۳۰۔ محمد

مقدور ہیں کب تھے وصفوں کے رقم کا      تھا کہ خداوند ہی تو لوح و قلم کا  
اس مسندِ غرت پہ کہ تو جلوہ نما ہے      کیا تاب گزر ہوئے عقل کے قدم کا  
بستے ہیں تے سایہ میں سببِ خو و برہن      آبا د تھی سے تو ہی گھر دیر و حرم کا  
ہی خوف اگر جی میں تو ہی تیرے غضب سے      او دل میں بھر و سہی تو ہی تیرے کرم کا  
مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی  
کھینچنا نہ پر اس کبر میں عرصہ کوئی دم کا

درد

## ۳۱۔ مناجات

ہر جا ہی تیرا جلوہ لیکن      دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا  
یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو      پایا ہر شے میں پر نہ پایا  
اللہ سے تیری بے نیازی      یعقوب کو مددوں رُ لایا  
یوسف سے غریز کو کئی سال      زندانِ عزیز میں پھنسا یا

جداول

یاں شعلہ کو سرکشی کی کیا تاب      اٹبیس کو خاک میں ملایا  
تو واحد و بے نظیر و بہت      تو حاکم و خالق برایا  
آوے تری حمد کا تو ہم      یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا  
مومن ہی زبانِ عرضِ احوال      یعنی تجھے بے خرد جتایا  
رو رو کے و مار کر اک ذرا دیکھ      گیا ابر کرم ہی سر پہ چھایا  
اللہ مرے گناہ بے حد      وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا  
ہے عام خطاب یا عبادی      اس نے تو کچھ آسرا بندھایا  
کیونکر نہ ہو تیری آس تو نے      افلاک کو بے ستوں تھمایا  
مجھ کو بھی بچا ہے جیسے تو نے      یوسف کو گناہ سے بچایا  
وہ رفعتِ حال ہے کہ جس نے      منصور کو دار پر چڑھایا  
اس کا مرے دل پر ایک پر تو      جس شعلہ نے طور کو جلایا

مومن کہے کس سے حال آخر

ہی کون ترے سوا خدا یا

مومن

## ۳۲۔ مناجات

عاجز نواز دوسرا تجھ سانیں کوئی  
ربنجر کا انیس ہے ہمد علیل کا  
باغ و بہار آتشِ غمزد کو کیا  
مشکل کے وقت تو ہوا حامیِ خلیل کا  
موسیٰ کو تیرے حکم سے دیانے راہ دی  
فزعوں کو تو نے غرق کیا رو دین کا  
طوقاں میں ناخدا کی کشتیِ نوح کی  
حقا جواب ہی نہیں تجھ سے کفیل کا  
دیکھا تو خار و گل کا مقام ایک شاخ پر  
دل توڑتا نہیں تو غریز و ذلیل کا  
مائل ہوں مجھ کو قیدم و بیش کی نہیں  
مختار ہی کریم کشیر و قلیل کا  
آتشِ بی دعا ہی خدائے کریم سے  
محتاج اے کریم نہ کیجو بخیل کا

آتش

## ۳۳۔ مناجات

یارب ہی بخش دینا بندے کو کام تیرا  
محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا  
جب تک ہے دل نعل میں ہر دم ہو یاد تیری  
جب تک زبان ہو منہ میں جاری ہو نام تیرا  
محروم کیوں ہوں میں جی بھر کے کیوں توڑ  
دیتا ہی رزق سب کو ہی فیض عام تیرا

یہ داغ بھی نہ ہو گا تیرے سو کسی کا  
کوئین میں ہی جو کچھ وہ ہوتا تھا

داغ

### ۳۴۔ مناجات

وہاں کی مخلصی لے کر تھی تو کیونکر ہو  
کہ میں لودہ عصیانِ جرحمت ہو تو کیونکر ہو  
جہاں ہوں نفسِ سارن جہاں شیطان ہو دشمن  
وہاں طلعت ہو کیونکر اور عبادت ہو تو کیونکر ہو  
غورِ جاہ نے پھونکی وہ مغرباں نہیں تھی  
کہ زائل نشہ پندار و نخوت ہو تو کیونکر ہو  
ہوس گئی تھی چل پائے کے ہر حصّہ لاس  
توکل ہو تو کیونکر ہو قناعت ہو تو کیونکر ہو  
برنگِ طائرِ تصویر ہوں میں اُمِ حیرت میں  
رہائی کی مری کوئی جو صورت ہو تو کیونکر ہو  
گراں باری گناہوں کی اٹھانے سن نہیں دیتی  
الہی کیا کروں پھر دفعِ خجلت ہو تو کیونکر ہو

بجز رونے کے ہاں حتمِ غایت ہو تو کیونکر ہو  
کہ بے اشکِ امت جو شِ رحمت ہو تو کیونکر ہو

ظفر

## ۳۵- کریمی و رحیمی

پھر اس کی شان کریمی کے حوصلے دیکھے گناہ گاریہ کدے گناہ گار ہوں میں  
وہ کشتہ ہوں کہ مری لکشم جس طرف گئی زمیں بکا راٹھی قابلِ مزار ہوں میں  
بلائیں لیتی ہی پھر پھر کے گرد نو میدی یہ کس کے درپہ الٹی امیدار ہوں میں  
بڑے فرے گزرتی ہی بخودی میں امیر

وہ دن فدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہوں میں  
حشر میں جس نے کہا بندہ خطا کاڑوں میں رحمت اس کی بولی چل تو گن گناہوں میں  
میں ہوں عاجز اور اس کو عاجزی مرغوب ہے بے نیازی اسکی میرے ناز بردار ہوں میں  
حشر کے دن دیکھ کر آغوشِ رحمت میں مجھے

پوچھتی ہی خلق تو کس کے گناہ روں میں ہے  
بیگناہوں میں چلا زہد جو اس کو ڈھونڈنے مغفرت بولی او سہرا میں گناہ گاروں میں  
وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر چیخ اٹھا ہر بے گنہ میں بھی گناہ گاروں میں

جلداول

## ۳۶۔ مناجات

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا یا مرا تاج گدایا نہ بہت یا ہوتا  
 اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے کیوں خرد مند بنایا، نہ بنایا ہوتا  
 خاکساری کے لئے گرہ بنایا تجھے کاش خاکِ درجہا نہ بنایا ہوتا  
 شعلہٴ حسنِ چین میں نہ دکھایا اس نے ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا  
 روزِ معمورۂ دنیا میں خرابی پر ظفر  
 ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

نظر

## ۳۷۔ مناجات

کبھی اے حقیقتِ منتظرِ نظرِ لباسِ مجاز میں  
 کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیا میں  
 نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی  
 مرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نوازیں



نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ جن میں رہیں شہنشاہ  
 نہ وہ غزنوی میں مذاق نہ وہ خم ہی زلفِ ایاز میں  
 تجھے کیا بتائے ہمنشیں ہیں موت میں جو سزا ملا  
 نہ ملا مسیح و خضر کو بھی وہ نشاطِ عمرِ دراز میں  
 نہ سچا سچا کے تو رکھ لے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ  
 جو شکستہ ہو تو عنبرِ زیرِ تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

اقبال

### ۳۸۔ جد

نالہ کہتا ہے کہ تپا حرجِ زحل جاؤں گا  
 آج گر راہ نہ پائوں گا تو کل جاؤں گا  
 دل سے کہتا ہوں کہ تو ساتھ نہ لیجا جھکو  
 دل یہ کہتا ہے مجھے سینہٴ روزن ہی نکل  
 گر پڑا آگ میں پروانہ دم گر مٹی شوق  
 کہتا پیرا ہن گل ہی یہ نہ ترا کست نسیم  
 بلکہ میں توڑ کے اس کو بھی نکل جاؤں گا  
 کوچہٴ یار میں پر سر سی کے بل جاؤں گا  
 جا کے واں میں تھے قابو سے نکل جاؤں گا  
 ورنہ خوں ہو کر میں آنکھوں سے نکل جاؤں گا  
 سمجھا اتنا بھی نہ کجحت کہ جل جاؤں گا  
 ہاتھ جھکونہ لگانا کہ نکل جاؤں گا

میں وہ مشتاق شہادت ہوں کہ سر دینے کو  
پائے کو باں یہ شمشیر اجل جاؤں گا

ذوق

## ۳۹- گریہ

جواس شور سے میر روتا رہیگا تو ہم یہ کاہے کو سوتا رہیگا  
مجھے کام رونے سے اکثر ناصح تو کب تک مے منہ کو دھوتا رہیگا  
مرے دل نے وہ تالہ پید کیا ہے جس کے بھی جو ہوش کھوتا رہیگا  
بس اے میر فرماں سے پوچھ آؤں تو کب تک یہ موتی پروتا رہیگا

میں وہ رونے والا چلا ہوں جہاں سے

جسے ابر ہر سال روتا رہیگا

میر

سرہانے میر کے آہستہ بولو ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں  
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

## ۴۰۔ دعاء فاتحہ شریف

”حمد و ثنا ہو تیری“ کون و مکان والے  
 محمد ﷺ

”اے رب بر و عالم“ دونوں جہان والے  
 رب العالمین  
 ”بن مانگے دینے والے“ غرض و قرآن والے  
 الرحمن

گرتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے

بیشک رحیم ہے تو رحمت نشان والے  
 الرحیم

”یوم الجزا کے مالک“ خالق ہمہ را تو ہے  
 صلاۃ بوم الدین

”سجدے ہیں تجھ کو کرتے“ تیری ہی جستجو ہے

”امداد تجھ سے چاہیں“ سب کا سہارا تو ہے  
 ایاک نستعین

تیری ہی بارگاہ میں یہ بھی اک آرزو ہے

”رستہ دکھا دے سیدھا“ او آسمان والے

اھدنا للصراط المستقیم

”وہ رستہ“ دکھا تو پروردگار عالم  
 صراط الدین

جن پر چلائے ہیں پرہیزگارِ عالم  
جدو

”نعمت تھی جن کو ملتی تھیں بھلائی کا عالم  
نعمتِ عظیمہم

اور نام جن کا اب تک ہے یادِ گارِ عالم

تیری نظر میں شیرِ جوغ و شانِ والے

”معتوب ہیں جو تیرے“ اے خالقِ یگانا

مگر وہ ہوئے جو تھیں ”اے صاحبِ زمانا  
ولا الضالین

عاجزِ حبیب کو تو ان کی ”نہ“ رہ چلا تا

کر رحمِ اتنا اب تو اے قادر و توانا

مقبول یہ دعا ہوئے لامکانِ والے

حبیب

## ۴۱۔ مسلم کی مناجات

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تندرست  
جو قلبِ گمراہ کو روح کو تڑپا دے

جلد اول

پھر شوق تماشا دے پھر ذوق تماشا دے  
 محروم تماشا کو پھر دیدہ بنیادے  
 دیکھا ہر جو کچھ میں نے اور دل بھی دکھا دے  
 بھٹکے ہوئے آہو نو پھر سوئے نرم لپٹے  
 اس شہر نے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے  
 آتش منشی جس کی کمانٹوں کو جلا ڈالے  
 اس یاد یہ پمیا کو وہ اب نہ پا دے  
 اس نحل خالی کو پھر شہر بدلی دے  
 پیدا دل ویراں میں پھر شورش مختصر کر  
 وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے  
 اس دو کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو  
 رفعت میں مقاصد کو ہمدوش ثریا کر  
 خود رائی ساحل دے آراوی دیا دے  
 بے لوث محبت ہو بیباک صداقت ہو  
 سینوں میں آجلائے دل صورت مینا دے  
 امروز کی شورش میں اندیشہ فردا دے  
 احساس غایت کر آتنا مصیبت کا

میں بیل نالاں ہوں اس آجڑے گلستاں کا  
 تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو دانا دے

اقبال

## ۴۲۔ شاعر کی مناجات

بارب چمنِ نظم کو گلزارِ ابرم کر  
 لے ابر کرم خشکِ زراعت پہ کرم کر

توفیق کا مبداء ہے توجہ کوئی دم کر گناہ کو اعجاز بیادوں میں قسم کر جدلوا

جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جلے

آلیم سخن مہری قلمرو سے نہ جلے

اس باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری بلبل کی زباں پر ہی تری شکر گزاری

ہر نخل بردمند ہے یا حضرت باری پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری

وہ گل ہوں عنایتِ حینِ طبعِ نگو کو

بلبل نے بھی سونگھا نہو جن پھولوں کی بو کو

بھڑے درِ قصیدے اس بیجِ دہاں کو دریائے معانی سے بڑھا طبعِ رواں کو

آگاہ کر اندازِ حکم سے زباں کو عاشق ہو فصاحت بھی ہے حسنِ مہاں کو

تحسین کا سموات سے غلِ تابہ سہک ہو

ہر گوشِ بنے کانِ ملاحظہ نمک ہو

ساقی کے کرم سے ہودہ دور اور چلین جام جس میں عوصِ نشہ ہو کیفیتِ انجام

یہ مست فراموش کرے گردشِ ایام صوفی کی زباں بھی نہ ہے فیض سے ناکام

ہاں بادہ کشہ پوچھ لو میخانہ نشین سے

کوثر کی یہ موج آگئی ہے خلدِ بریں سے انیس

## ۴۳۔ شاعر کی دعا

عالم ہو اپنے بسترِ راحت پہ خواب میں      آزاد سر جھکائے خدا کی خواب میں  
 یحیٰیؑ باتھ صورتِ امیدوار ہو      اور کرتا صدقِ دل سے دعا بار بار  
 جھکو تو ملک سے نہ ہو ماں سے غرض      رکھتا نہیں زمانہ کے خیال سے غرض  
 یارب یہ التجا ہے کرم تو اگر کئے  
 وہ بات ہے زبان کو جو دل پر اثر کئے

آزاد

## ۴۴۔ شکوہ

کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں      فکرِ فردا نہ کروں مجھ غمِ دوش ہوں  
 نامے بیل کے سنوں اور ہمہ تن گوش ہوں      ہمنوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش ہوں  
 جرات آموز مری تابِ سخن ہی مجھ کو  
 شکوہ اللہ سے خالم بدین ہی مجھ کو  
 ہے بجا شیوہ تسلیم میں مشورہ میں نام      قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں نام

ساز خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم جدا دل

لے خدا! شکوہ اربابِ فابھی سُن لے

خوگرِ حمزہ سے تھوڑا سا بگڑا جی سُن لے

تھی تو موجود ازل سے ہی تری قیام پھول تھا زیبِ حُسن پر نہ پریشاں تھی شرم  
شرطِ انصاف ہے صفا اظہارِ عزم بوئے گل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نیم

ہم کو جمعیتِ خاطر پریشانی بھی

ورنہ آستِ ترے محبوب کی دیوانی بھی

ہم سے پہلے تھا عجیبِ تر جہاں منظر کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر  
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی نساں کی نظر مانا پھر کوئی اُن دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟

قوتِ بازو سے مسلم نے کیا کام ترا

بس ہے تھے یہیں بلوچ بھی تو رانی بھی اہلِ چین میں ایران میں ساسانی بھی  
اسی معمورے ہیں آباد تھے یونانی بھی اسی دنیا میں یہودی بھی نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اٹھانی کس نے؟

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟



تھے ہمیں ایک تے معرکہ آراؤں میں خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں  
 دینِ ذانیہ کبھی یورپ کے کلیساؤں میں کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں  
 شان آنکھوں میں نہ جچی تھی ہلداؤں کی  
 کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواؤں کی  
 ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے اور مرتے تھے تے نام کی عظمت کے لئے  
 تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے سرکھ پھرتے تھے کیا دہریہ لکت کے لئے  
 قوم اپنی جو زرواں جہاں پر مرقی  
 بُت پرستی کے عوض بُت شکنی کیوں کرتی؟  
 ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے پاؤں شیروں کے بھی میدان اُکھڑ جاتے تھے  
 تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے تیغ کیا چیز ہے ہم تو پکڑ جاتے تھے  
 نقشِ توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے  
 زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے  
 تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا دیکھ کر کس نے؟ شہرِ قیصر کا جو تھا اس کو کیا کس نے؟  
 توئے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟ کاٹ کر کھدائیے کفار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ؟ ایراں کو؟  
 کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزدان کو؟  
 کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی؟ اور تیرے لئے رحمت کس پر کیا ہوئی؟  
 کس کی شمشیر جاگیر جہاں رہی؟ کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟  
 کس کی ہیبت سے صنم سے ہوئے رستے تھے؟  
 منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہتے تھے؟  
 آگیا عین لڑائی میں اگر وقت ناز قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز  
 ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و یاسر نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ توار  
 بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے!  
 تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی اک ہوئے!  
 مصلح کون مکان میں سحر و شام پھر مے توحید کو لے کر صفت جام پھرے  
 کوہ میں شنت میں لے کر ترانہ پیام پھرے اور معدوم کی تجلکو کبھی ناکام پھرے؟  
 دشت تو دشت ہیں دیا بھی نہ چھوٹے ہم نے  
 بحرِ ظلمات میں دیا دیے گھوڑے ہم نے  
 صفحہ و برے باطل کو مٹایا ہم نے نوح التار کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

جلداول تیرے کعبے کو جبینوں سے بلایا ہم نے تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گلا ہو کہ وفادار نہیں

ہم وفادار نہیں! تو بھی تو دلدار نہیں

اُمّتیں اور بھی ہیں اُن میں کنگار بھی ہیں عجز والے بھی ہیں مستِ محو پندار بھی ہیں

اُن میں کابل بھی ہیں غافل بھی ہیں شایستگی سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں

رحمّیتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر

برق گرتی ہے تو بچا رہے مسلمانوں پر

بُتِ صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے ہر خوشی اُن کو کہ کعبے کے نگہبان گئے

منزلِ دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے اپنی بغلوں میں بٹے ہوئے قرآن گئے

خندہ زن کفر کی احساسِ تجھے ہو کہ نہیں؟

اپنی توحید کا کچھ پاسِ تجھے ہو کہ نہیں؟

یہ شکایت نہیں یہ اُن کے خزانے معبود نہیں مَنخُل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور

قمر تو یہ ہو کہ کافر کو یس حور و قصور اور بچا رہے مسلمان کو فقط وعدہ چور!

ابوہ الطاف نہیں ہم یہ عنایات نہیں!

بات یہ کیا ہو کہ پہلی سی مدارات نہیں؟

کیوں مسلمانوں پہ دولتِ دنیا نایاب تیری قدرت تو ہر وہ جس کی نہ حد ہے حساب  
تو جو چاہے تو اٹھے سینہ صحرائے عمار بہر و دشت ہو سیلی زدہ موجِ سرباب  
طعنِ اغیار ہے رسوائی و ناداری ہر!

کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض بخواری ہو؟  
بنی اغیار کی اب چاہئے والی دنیا رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا!  
ہم تو رخصت ہوئے اور دس سبھائی دنیا پھر نہ کہنا ہوئی تو حید سے خالی دنیا!  
ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترانا م ہے  
کیس ممکن ہو کہ ساقی نہ ہے جام ہے

تیری محض بھی گئی چاہئے والے بھی گئے شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نئے بھی گئے  
دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلائے بھی گئے آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے  
اے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر  
اب نہیں ہونڈھ چراغِ رخِ زیبائے کر!

درِ ذیل بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی نجد کے دشت و جبل میں ہم آہو جی ہی  
عشق کا دل جی وہی صبح کا بدو جی ہی امتِ احمدِ مل بھی وہی تو بھی وہی

پھر یہ آزر دگی غیر سبب کیا معنی !

اپنے شیداؤں پہ چشمِ غصب کیا معنی !

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا ؟      بت گری پیشہ کیا بت شکنی کو چھوڑا ؟

عشق کو عشق کی آئینہ سری کو چھوڑا ؟      رسمِ سلمان و آئینِ سرنی کو چھوڑا ؟

آگ تبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں !

زندگی مثلِ بلاں جی رہتے ہیں !

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادبھی نہ سہی      جادہ پیمائی تسلیم و رضا بھی نہ سہی

مضطرب دل صفتِ قبلہ نام بھی نہ سہی      اور پابندیِ آئین و فاب بھی نہ سہی

کبھی ہم سے کبھی غیر سے شناسائی ہے

بات لکھنے کی نہیں تو بھی تو ہر جانی ہے

سرفراں یہ کیا دین کو کامل تو نے      اک اشارے میں ہزاروں کئے دل تو نے

آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے      چھونک دی گرمیِ خسارے محض تو نے

آج کہوں سینے ہمارے شرابا نہیں ؟

ہم دھوختہ سماں ہیں تجھے یاد نہیں ؟

وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا      قیس دیوانہ نظارہ محل نہ رہا

حوصلے وہ نہ ہے ہم نہ ہے دل نہ رہا گھریہ اجڑا ہی کہ توروئی محفل نہ رہا  
لے خوش آں وز کہ آئی و بصدنا ز آئی!

بے حجابانہ سوئے محفل با باز آئی!  
باددکش غیر ہیں گلشن میں نہ جو بیٹھے سنتے ہیں جامِ کفِ نغمہ کو کو بیٹھے  
دور ہنگامہ گزرا سے یہ سو بیٹھے تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہو بیٹھے  
پھر تنگیوں کو مذاق پیش اندوزی دے  
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

قوم آوارہ غناتِ باجم پھر سوئے حجاز لے آرا ببل بے ریکو مذاق پرواز  
مضطربِ باغ کے سرغچہ میں ہو گئے نیا تو زرا چھیر تو دے تشنہِ مضرب ہر سادہ  
نغمے بیتاب ہیں تا روں سے نکلنے کے لئے  
ملو مضطرب ہی اسی آگ سے جلنے کے لئے

مشکلیں اُمتِ مرحوم کی آساں کرے مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیمان کرے  
جنسِ نایابِ محبت کو پھرا زل کرے یعنی ہم دیر نشینوں کو مسلمان کرے  
جوئے خوں می چکرا ز حسرتِ دیرینہ ما  
می تیدنا لہ یہ شترکہ سینہ ما

جلداول بوئے گل لے گئی بیرون چین رازِ چین  
کیا قیامت ہے کہ خود بھول ہیں غمازِ چین  
عہدِ گل ختم ہوا ٹوٹ گیا سازِ چین  
اٹ گئے ڈالیوں سے زعفران پر داغِ چین

ایک بیل ہے کہ ہے محو ترغاب تک  
اس کے سینے میں ہے لغویں کا ظلم اب تک

قریاں شاخ صنوبر سے گزراں بھی ہوئیں  
بنیاں بھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں  
وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں  
ڈالیاں پرہیز برگس عیاں بھی ہوئیں  
قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی  
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

لطفِ مرنے میں ہے باقی نہ مزا دینے میں  
کچھ فراہ تو یہی خونِ جگر پینے میں  
کتنے بیتاب ہیں جو ہر مے آئینے میں  
کس قدر جلوے ترپتے ہیں مے سینے میں  
اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں  
داغ جو سینے میں رکھے ہوں ہلے ہی نہیں

چاک اس لبیلِ تنہا کی نو آسے دل ہوں  
جاگنے والے اسی باگٹ لے دل ہوں  
یعنی پھر زندہ نہئے عہدِ وفا سے دل ہوں  
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

جلداول

عجی خم ہر تو کیا نے تو حجازی ہر مری  
نغمہ ہندی ہر تو کیا نے تو حجازی ہر مری

اقبال

## ۴۵۔ جواب شکوہ

دل سے جو بات نکلتی ہر اثر رکھتی ہر  
پر نہیں۔ طاقت پرواز مگر رکھتی ہر  
قدی الاصل ہر۔ رفعت پہ نظر رکھتی ہر  
خاک سے اٹھتی ہر گردوں پہ گور رکھتی ہر  
اڑے کے آواز مری تا بفلک جا پہنچی !

یعنی اس گل کی مہک شکر جا پہنچی !

جیسے دروے ہو خلقت شاعر ہوش  
آنکھ جبین کے اشکوں سے لالہ ہوش  
کشتورل میں ہوں خاموش خالیوں کے ہوش  
چرخ سے سٹے زمیں شعر کو لاتا ہر سروش  
قید دستور سے بالا ہے گردل میرا !

فرش سے شعر ہوا عرش پہ نازل میرا !

پیر گردن کے کما سن کے "کیس ہر کوئی"  
بولے سارے "سیر عرش بریں ہر کوئی"  
چاند کتا تھا "نہیں! اہل نہیں ہر کوئی"  
کلمتاں کہتی تھی پوشیدہ ہیں ہر کوئی



کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو فضاں سمجھا

مجھ کو خبت سے نکالو انسان سمجھا

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز کیوں کیا  
عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز کیوں کیا؟  
تاسر عرش بھی انساں کی تگ و ناز کیوں کیا  
آگئی خاک کی جگہ کی کو بھی پروا نہ کیوں کیا؟  
غافلِ آداب سے سگنِ زمیں کیسے ہیں!  
شوخی و گستاخ یہ پستی کے مکین کیسے ہیں!

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بزم بھی ہوا!  
تھا جو سجود ملائک یہ وہی آدم ہی!  
عالم کینے دانائے رموزِ کم ہی!  
ہاں! مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہی!  
ناز ہی طاقتِ کفار پہ انساں کو!  
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو!

آئی آواز۔ غم انگیز ہے افسانہ ترا!  
مئے فریاد سے معمور ہے پیمانہ ترا!  
ہم آغوشِ خاک نعرۂ مشانہ ترا!  
کس قدر شوخ زباں ہی دل دیوانہ ترا!  
شکر شکوے کو کیا حسنِ اداسے تو نے

ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

بزمِ تو مائلِ بکرم ہیں۔ کوئی سائل ہی نہیں  
راہ دکھلائیں کسے رہ رو منزلِ نبی نہیں

تربیت عام تو ہر جوہر قابل نہیں جس سے تعمیر ہوا دم کی یہ وہ گل نہیں  
جلد اول  
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں!  
ڈھونڈھنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

جس طرح احمد مختار بنیوں میں امام! اُس کی امت بھی ہو دنیا میں امام اقوام!  
اے اتمما! بھی بنی ہو وہی قلے امام! تم مسلمان ہو، تمھارا بھی وہی ہو سلام!  
اُس کی امت کی علامت تو کوئی تم نہیں  
نئے جو اسلام کی ہوتی ہو وہ اس خم میں نہیں

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خور ہیں! امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں!  
بُت شکن اٹھ گئے باقی جو ہے بُت گزیر! تمھارا ہم پورا اور پورا آدھ ہیں!  
کہیں تہذیب کی پوجا کہیں تسلیم کی ہو!  
قوم دنیا میں یہی احمد بے میم کی ہو!

کشتورہند میں کلیہ ناکام کا بُت عربتوں میں شفا خانہ اسلام کا بُت  
اور لندن میں عبادت کدہ عام کا بُت لیگ والوں نے تراشا بڑے نام کا بُت

بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی بنے  
یعنی کعبہ بھی نیابت بھی نئے تم بھی بنے

جلدوں وہ بھی دن تھے کہ یہی مایہٴ رعنائی تھا! نازش موسمِ گل لالہ صحرائی تھا!  
جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا! کبھی محبوب تھا راہی ہرجائی تھا!  
کسی کیجائی سے اب عہدِ غلامی کرلو!

ملت احمدِ مرسل کو مقامی کرلو!

کس قدر تم یہ گراں صبح کی بیداری ہے ہم سب کی پیار ہے ہاں! نیند تھین باری ہے  
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضان بھاری ہے تمہیں کدو! یہی آئینِ وفاداری ہے؟  
قومِ مذہب ہے۔ مذہب جمع نہیں۔ تم بھی نہیں

جذبِ باہم جو نہیں۔ محضِ عصب بھی نہیں

جن کو آتائیں دنیا میں کوئی فنِ تم ہو! نہیں حقِ تم کو پرے نشین۔ تم ہو!  
بجلیاں جس میں توں سودہ خرم ہو! پنج کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو!  
ہوں کو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

کیا نہ بیچو گے جو ملجائیں صنم پتھر کے؟

صفحہٴ دہرے باطل کو مٹایا کس نے؟ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟  
میرے کبے کو جینوں سے بے پایا کس نے؟ میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟

تھے تو آباؤہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟

ہاتھ پر ہاتھ رکھے منتظر فردا ہو

کیا کہا؟ ”بہرِ مسلمان ہر فقط وعدہ حور“ شکوہ بیجا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور!

عدل ہر فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور مسلم آئیں ہوا کا فر۔ تو ملے حور و قصور

تم میں حور و دل کوئی چاہنے والا ہی نہیں

جلوہ طور تو موجود ہی۔ موسیٰ ہی نہیں

نصرت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ایک ہی سبک بنی دین بھی ایمان بھی آپک  
حرم پاک بھی۔ اللہ بھی۔ قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی۔ ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی کی اور کہیں ایس ہیں!

کیا زمانے میں چنے کی یہی باتیں ہیں؟

کون ہر تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ مصلحت وقت کی ہر کس کے عمل کا معیار

کس کی آنکھوں میں سما یا ہر شعارِ اختیار؟ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے نیرا؟

قلب میں سور نہیں۔ روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پانس نہیں!

جاگے ہوئے ہیں مساجد میں صفا۔ تو غیبِ زحمتِ وزرہ جو کرتے ہیں گوارا۔ تو غریب

اب تک یاد ہی قوموں کو حکایت اُن کی

نقش ہے صفحہ ہستی یہ صداقت اُن کی

علم حاضر بھی پڑھا زائر لندن بھی ہوئے

بے عمل تھی ہی جو اُن دین سے بدظن بھی ہے

صفت طائرِ گم کردہ شیمن بھی ہوئے

حال اُن کا مَی نو اور زبوں کرتی ہے

شبِ مہ سایے کی ظلمت کو فروں کرتی ہے

قیس زحمت کشِ تنہائی صحرا نہ رہے

شہر کی کھائی ہو با دیہ پیمانہ د

وہ تو دیوانہ ہے۔ بستی میں رہنے یا نہ ہے

یہ ضروری ہے حجابِ رُخ لیلیٰ نہ

شوق تحریرِ مضامین میں گھلی جاتی ہے

بیٹھ کر پردہ میں بے پردہ ہوتی جاتی ہے

عہدِ نو برق ہے۔ آتشِ زینِ سرخسین ہے

امین اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گھاٹ

اس نئی آگ کا اتوا م کمن ایندھن ہے

ملت ختم ریلِ شعلہ بہ پیراہن

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی!

کو کب غنچہ سے شاخیں ہیں چلنے

یعنی ہونے کو ہر کانٹوں سے بیاباں خالی گل برانداز ہے خونِ شہدا کی لالی  
ساحلِ بحر پہ رنگِ فلکِ غباری ہو  
یہ نکلتے ہوئے سورج کی آفتابی ہو

آنتیں گلشنِ ہستی میں ٹمر چیدہ بھی ہیں اور محرومِ ٹمر بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں  
سیکڑوں نخل ہیں کا سیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں سیکڑوں بطنِ حین میں الھی پوشیدہ بھی ہیں  
نخلِ سلامِ غنہ ہے بروندی کا  
پھل ہو یہ سیکڑوں صدیوں کی چمنِ نبی کا

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا! تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کفناں تیرا!  
قافلہ ہونہ سکے گا کبھی ویراں تیرا! غیر یک بانگِ را کچھ نہیں ساماں تیرا!  
”نخلِ شمع استی و در شعلہ دود ریشہ تو

عاقبت سوز بود سایہ اندیشہ تو“

تو نہ مٹ جائیگا ایران کے مٹ جانے سے نشہء کو تعلق نہیں پیمانے سے  
ہر عیاں یورشِ تار کے افسانے سے پاساں مل گئے کعبے کو صنمِ خانے سے

کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے

عصرِ نورات ہی۔ دھندلا سا ستار تو ہے

جلد اول ہے جو ہنگامہ بیاپور شربت بگاری کا غافلوں کے لئے پیغام ہے بیداری کا  
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا امتحان ہے تھے ایشیا کا خود داری کا

کیوں ہر ساں ہے صہیل فرس اعدا سے  
نورِ حقِ مجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری  
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری کو کب قسمتِ ہماں ہے خلافت تیری  
ختم کا ہے کو ہوا کام ابھی باقی ہے  
نورِ توحید کا امتام ابھی باقی ہے

ہو نہ افسردہ اگر ہل گئی تعمیر تری رازِ توحید! حکومتِ نہیں تفسیر تری  
تو وہ سر باز ہے اسلام کی شمشیر تری نظمِ ہستی میں ہے کچھ اور ہی تقدیر تری  
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چیرے کیا؟ لوحِ و قلم تیرے ہیں

ہو نہ یہ پھول تو بیل کا ترغم بھی نہ ہو چینِ دہریں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو  
یہ نہ ساقی ہو تو پھرے بھی نہ خم بھی ہو بزمِ توحید بھی دنیا میں ہو تم بھی نہ ہو

جلد اول

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے  
 نبضِ ہستی تپشِ آہ وہ اسی نام سے ہے  
 وسعتِ کون و مکان ساز ہی مضراتی ہے    دہرِ مسجد ہے سراپا - خمِ محراب ہے یہ  
 جامِ گردوں میں عیاں مثلِ مٹی ہے یہ    روحِ خورشید ہی خونِ رگِ قتال ہے یہ  
 صوتِ ہی نغمہ کن میں تو اسی نام سے ہے  
 زندگی زندہ اسی نور کے تمام سے ہے  
 دشتِ مینِ امن کو ہمارے میدان ہے    بحرِ میں موج کی آغوش میں طوفان ہے  
 چین میں شہرِ آتش کے بیا بائیں ہے    اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے  
 چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے  
 رفعتِ شانِ رَفْعَا لَكَ ذِكْرُكَ دیکھے  
 مردِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا    وہ تمہارے شہدِ پانے والی دنیا  
 گرمیِ مہر کی پرور وہ ہلالی دنیا    عشقِ والے جسے کہتے ہیں ہلالی دنیا  
 تپشِ اندوز ہی اس نام سے پارے کی طرح  
 غوطہ زن نور میں ہی آنکھ کے تائے کی طرح  
 انجم اسکے فلک اس کے ہیں زمیں اس کی ہے    کیا یہ اختیار کی دنیا ہے؟ نہیں! اس کی ہے



سجدے مسجود ہوں جس کے وجہ میں اسکی ہر وہ ہمارا ہوا میں۔ قوم میں اس کی ہر

طوف احمد کے امینوں کا فلک کرتے ہیں

یہ وہ بندے ہیں ادب جہنم کا نگ کرتے ہیں

شل بوقید ہر غنچے میں! پریشان ہو جا! رخت بردوش ہوئے چنستاں ہو جا

شوقِ وسعت ہے۔ تو دوسے سے بیابان ہو جا۔ نغمہ موج سے ہنگامہ طوفاں ہو جا

بول اس نام کا ہر قوم میں بالا کر دے!

اور دنیا کے اندھیرے میں آجا لا کر دے!

اقبال

## ۴۶۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مسلک اور خاص سیمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
نوح کے ہمد خضر کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم  
مالکِ جنت قائم کوثر صلی اللہ علیہ وسلم  
ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم  
سب یہ عیاں ہیں آپ کے جوہر صلی اللہ علیہ وسلم

خلق کے سرور شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم  
نور مجسم تیرا عظم سرور عالم مونس آدم  
بحر سخاوت کانِ حرمت آیہ رحمت شافعِ امت  
رہبرِ مومنین ہادیِ عیسیٰ تارکِ دنیا مالکِ عقبی  
فخر عیاں ہیں شش مکاں ہیں شہاں ہیں شہاں ہیں

مہرے محلو ریشہ ریشہ نعت امیر ہوا پنا پنا  
ورد ہمیشہ رہتا ہی اکثر صلی اللہ علیہ وسلم

امیر

## ۴۷۔ یہی تو ہیں

شمس الضحیٰ بدر البجی نور الہدیٰ یہی تو ہیں عاشق ہو اجن پر خدا وہ دل ربایہ ہی تو ہیں  
عالی نسب الاحسب جن کا سنا تو نے لقب یعنی محمد مصطفیٰ وہ محبتی یہ ہی تو ہیں  
میں اولین و آخرین اور وہ شفیع المدینین وہ رحمتہ للعالمین ابر سخا یہ ہی تو ہیں  
وہ سایہ ذات احد وہ مظہر نور صمد فرماں دے نیک بد خیر الوریٰ یہی تو ہیں

شب دیز کی یہی دعا پٹھنے مدینہ میں گدا  
کتا ہوا صل علی صل علی یہ ہی تو ہیں

شب دیز

## ۴۸۔ شب معراج

اللہ اللہ عجب نوا رہا میں معراج کی رات نور افشاں درود یوارہیں معراج کی رات

اصل محبوب کے آثار میں معراج کی رات کھٹنے کو پردہ اسرار میں معراج کی رات  
جلوے رحمت کے نمودار میں معراج کی رات ملک اس طرح گہرا رہیں معراج کی رات

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجیب خجست لعلی

مرحبا آج قد مخرّبہ وہ فرماتے ہیں خالق پاک کے محبوب جو کھلاتے ہیں  
قدسیوں کا ہے وہ عالم کب کچھ جاتے ہیں دل بیتاب کو قابو میں نہیں پاتے ہیں  
آمد شاہ کے چرچے انھیں ترپاتے ہیں ایک ایک یہ کہتا ہے حضور آتے ہیں

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجیب خجست لعلی

جبریل آتے ہیں لینے کو یہ رتبہ دیکھو عرش سے آگے ہی جانا یہ ارادہ دیکھو  
سہر اقدس پہ پہ کیا بانگ اعامہ دیکھو حق نما آنکھ میں ماسخ کا سرمہ دیکھو  
آؤ اس حسن مجسم کا تماشا دیکھو بڑھ کے مطلع یہ پڑھو جب رخ زیبا دیکھو

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجیب خجست لعلی

اس سواری کی عجب شان ہے اے صل علی دہنے بائیں نظر آتا ہے فرشتوں کا پیرا

تاروں میں چاند سے روشن بین خاں والا شمع ایوان کی اختر برج طہ  
شہ سوارِ مدنی صدر نشین بطحا لے بقر بان تو صد جانِ دل و دیدہ ما

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں با فدائیت چہ عجیب خشن لقی

دیکھو دیکھو طلبِ خاص کا منشا ہیں یہی آنکھیں روشن کروا دے شبِ اسری ہیں یہی

محرم رازی ہی سرِ فاقحی ہیں یہی حسن افزہ جمالِ فتدلی ہیں یہی

دردِ مندانِ محبت کے میسا ہیں یہی اس شہ کے لئے سچ پوچھو تو زیبا ہیں یہی

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں با فدائیت چہ عجیب خشن لقی

یہی بیمار کو داروئے شفا دیتے ہیں یہی بگڑی ہوئی باتوں کو بنا دیتے ہیں

راہ بھولے ہوؤں کو راہ بتا دیتے ہیں یہی اللہ سے بندوں کو ملا دیتے ہیں

اپنے رخسار سے پردہ جو اٹھا دیتے ہیں گردِ پھر پھر کے مشتاق صدا دیتے ہیں

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں با فدائیت چہ عجیب خشن لقی

دیکھ کر مسجدِ اقصیٰ کو جو سرکارِ بڑے پیشوائی کے لئے چرخ کے حصارِ بڑے

انبیا تھے جو وہاں طالبِ یدار بڑھے کیا نبی کیا ملک حور سب اک باڑھے  
سب ملتے ہوئے اور احمد فخر بڑھے اس طرح کہتے زیارت کے طلبگار بڑھے

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل جاں باد فدایت چہ عجب خجش لقی

آسمانوں سے گزر کر وہ انامِ جبریل پیچھے سدرہ پہ جو تھا خاص مقامِ جبریل  
بھردیا بادۂ مقصود سے جامِ جبریل آپ کے نام سے روشن ہوا نامِ جبریل  
واں سو آگے جو بڑھے لیکے سلامِ جبریل تھا یہی شاہ سے اُس وقت کلامِ جبریل

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل جاں باد فدایت چہ عجب خجش لقی

آپ تنہا ہوئے راہی سوائے عرشِ اعظم عرش نے فخر کیا چوم کے حضور کے قدم  
اس جگہ پہنچتے تھے مفہوم یہ مضمونِ سیم آقرب آ کہ بہت دیر سے مشتاقِ سیم  
تیرے لینے کو ہوا کھولے ہوئے آغوشِ کرم دیکھتے ہیں تری شان میں کیا لوح و قلم

مرحبا سید کی مدنی العربی

دل جاں باد فدایت چہ عجب خجش لقی

آقرب آ کہ کریں رو در حمتِ تجھ کو آقرب آ کہ ملے قرب کا خلعتِ تجھ کو

آج دکھلائینگے ہم جلوۂ وحدت تجھ کو      آج پہنائینگے ہم تاج شفاعت تجھ کو  
دیکھ لائی ہو کہاں تیری محبت تجھ کو      عرشِ اعظم بھی یہ دیتا ہے بشارت تجھ کو

مرجاسید کی مدنی العسری

دل و جاں با وفایت پہ عجیبِ شِ لقی

یہ وہ جاہی کہ رسائی سے گمانِ قاصر ہے      فہم عاجز ہے یہاں عقلِ بشرِ فاتر ہے  
وہی منظور ہے اس وقت وہی ناظر ہے      وہی شاہد وہی مشہودِ عجب یہ سرور ہے  
کوئی اس رازِ نہانی سے کہاں باہر ہے      خوب موقع سے گمریز لبِ شاعر ہے

مرجاسید کی مدنی العسری

دل و جاں با وفایت پہ عجیبِ شِ لقی

اب یہ ہے عرضِ حضورِ شہِ والا القاب      ہے جلیلِ آپ کی فرقت میں نہایتِ بیتاب  
ہند کی خاک پہ مجور کی مٹی ہے خراب      شربتِ وصل سے کر دیئے اس کو سیراب  
حشر میں خاص ہو اس پر نظرِ لطفِ جناب      شعرِ قدسی کا وہ پڑھتا چلے ہمراہ رکاب

مرجاسید کی مدنی العسری

دل و جاں با وفایت پہ عجیبِ شِ لقی

جلیل

## ۴۹ سلامی علیک

اے مدنی برقع و لکی نقاب آج مناسب نہیں اتنا حجاب  
وصل کی ہر رات تکلف ہی کیوں لطف کی ہر بات توقف ہی کیوں

اے مرے محبوب سلامی علیک

اے مرے مطلوب سلامی علیک

خلدِ بریں خوب ہے آراستہ عرش سے تافرش ہے پیراستہ  
آؤ چلے آؤ بڑھائے قدم دیر سے مشتاق ہے ملکِ قدم

اے مرے محبوب سلامی علیک

اے مرے مطلوب سلامی علیک

آؤ چلے آؤ کہ عرشِ الہ سر پہ ٹھلے تھیں شاہوں کے شاہ  
آؤ چلے آؤ کہ سب انبیا کب ہیں مشتاقِ جمال و لقا

اے مرے محبوب سلامی علیک

اے مرے مطلوب سلامی علیک

آؤ چلے آؤ سوئے لامکاں شانِ ہوتیت کا ہے جلوہ یہاں

آؤ چلے آؤ کہ قدسی تمام بانڈھے ہوئے صف ہیں بلے سلام جلدوں

اے مرے محبوب سلامی علیک

اے مرے مطلوب سلامی علیک

اتنے قریب آگے لو ہم سے تم نام دوئی بیچ سے ہو جائے کم  
آؤ چلے آؤ کہ خوش ہو کے آج ہم تمہیں پٹنائیں شفاعت کا تلج

اے مرے محبوب سلامی علیک

اے مرے مطلوب سلامی علیک

ہے یہ بیاں حالتِ معراج کا ذکر رسولوں کے ہے سرتاج کا  
کیا کہے بیچارہ امیرِ حقیر جب کہے خود ربِ جلیل و قدیر

اے مرے محبوب سلامی علیک

اے مرے مطلوب سلامی علیک

امیر

۵۔ عشقِ نبی صلعم

کچھ اک ہم ہی سنن انتظار بیٹھے ہیں رسولِ پاک کے شیدا نزار بیٹھے ہیں



نعم فراقِ شہدیں میں اب کھو کر ہم تمام دولتِ صبر و قرار بیٹھے ہیں  
 نہ ہم کوزِ رکی ہو خواہش نہ چاہِ جاہ کی ہو تمہارے لطف کے امیدار بیٹھے ہیں  
 خیالِ روضہ پر نورِ مصطفیٰ ہی ہیں خموش صورتِ شمعِ فزا رہے بیٹھے ہیں

سنا ہی قبر میں دکھلاتے ہیں شبیہِ نبیؐ  
 اجل کے اس لئے ہم انتظار بیٹھے ہیں

۹

## ۵۔ عشقِ نبیِ صلعم

عشقِ خیرِ الانام رکھتے ہیں ہم کسی سے نہ کام رکھتے ہیں  
 بادۂ اُلفتِ نبیؐ سے مدام دل کا لبریز جام رکھتے ہیں  
 سب نبیِ مقتدیؐ مجھے جن کے ہم وہ اپنا امام رکھتے ہیں  
 بادشاہانِ دُوجہاں پر شرف ان کے ادنیٰ غلام رکھتے ہیں

اے خدا روضہِ نبیؐ دکھلا  
 وردِ یہ صبح و شام رکھتے ہیں

۹

جلد ۱۰

## ۵۲۔ نعت

خواب میں زلف کو لکھڑے سے ہٹالے آجا  
 بے نقاب آج تو اسے کیسوؤں ولے آجا  
 بیکسی پر مری خوں روتے ہیں چھالے آجا  
 راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا  
 کون ہے ماہِ عرب کون ہے محبوبِ خدا  
 اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا  
 دم تری دید کو آنکھوں میں لگا رکھا ہے  
 لے رہے ہیں ترے بیمار سنبھالے آجا  
 ہوں سیہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں  
 کملی والے مجھے کملی میں چھپالے آجا  
 دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفانِ صراط  
 ڈوگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا  
 وقف ہے تیرے لئے دولت کنیزِ مخنی

کھل گئے ہفت سموات کے تالے آجا  
 پہنچا محبوب تو مشائخِ رحمت نے کسا  
 خلیوتِ راز میں لے ناز کے پالے آجا  
 ہم نے خوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشی  
 اپنے بندوں کو کیا ترے حوالے آجا  
 رنگِ وحدت ہی یہاں غیمہِ غلوت ہی یہاں  
 لے گل گلشنِ لولا کدِ مآلے آجا  
 صورتِ لالہ ہے پرداغِ بیاں کا سینہ  
 پڑ رہے ہیں ترے بیمار کے لالے آجا  
 بیان

## ۵۳۔ نعت

دلِ بقیاب کو سینے سے لگا لے آجا کہ سنبھلتا نہیں کمِ نجات سنبھالے آجا  
 پاؤں میں طولِ شبِ غم نے نکالے آجا خواب میں زلف کو کھڑے سے کھڑے آجا  
 بے نقاب آج تو لے گیسوؤں بولے آجا

صورتِ سایہ ہوں افتادہ اٹھالے آجا      ایڑیاں خستہ ہیں راہِ زرخیز میں لے آجا  
خاکِ صحرائیں نہ بائیں ہیں نکالے آجا      بکسی پر مری خوں دھلے میں چپالے آجا  
راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا

نہیں خورشید کو ملتا ترے سایہ کا پتا      کہ بنا نور ازل سے ہے سہرا پتیرا  
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا      کون ہی ماورِ عرب کون ہی محبوبِ خدا  
لے دو عالم کے حسینوں سے نزلے آجا

لے میسجائے بیماروں میں کیا رکھا ہی      رخت ہستی ترے کوچہ سے اٹھا رکھا ہی  
تری زلفت میں معصال اُن کا ہوا رکھا ہی      دم تری دید کو آنکھوں میں لگا رکھا ہی  
لے رہے ہیں ترے بیمار سنبھالے آجا

دل ہی دل میں مے اِراں گھلے جاتے ہیں      خاک پر گر کے دُراشک لے جاتے ہیں  
مری رسوائی پہ کم نجات ملے جاتے ہیں      ہوں سیہ کار مرے عیر گھلے جاتے ہیں  
کلی والے مجھے کلی میں چھپالے آجا

اے داندگی و وسعتِ دامنِ صراط      المددِ المدد لے خضرِ بیابانِ صراط  
ہر قدم پر نگہِ یکساں یا رانِ صراط      دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفانِ صراط  
ڈوگلاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

ہندول کات میں کچھ جو ادھر غدیہ نرا کھٹے کہا  
 مریا بڑھ کے ادھر شاہدِ وحدت کہا  
 آ، بلائیں تری لوں جوشِ محبت نے کہا  
 پسچا محبوب تو مشائے رحمت نے کہا  
 خلافتِ راز میں لے ناز کے پالے آجا

ترے دیوانہ کو زنجیر طوائی بخشی جو ہر آئینہ دل کو صفائی بخشی  
 بادشاہوں کو ترے در کی گدائی بخشی ہم نے خوش ہو کے تجھے ساری غلامی بخشی  
 اپنے بندوں کو کیا تیرے حوالے آجا

بھینی بھینی گلِ قوید کی نکلت ہی ہاں واہ کیا رنگ ہم آہنگی صحبت ہی ہاں  
 ابرِ رحمت ہی ہاں بچے محبت ہی ہاں رنگِ حدت ہی ہاں غچہ خلوت ہی ہاں  
 لے گل گلشنِ لولالہ لے آجا

آگینہ ہے دردِ نہاں کا سینہ یا زمانہ ہی کوئی سوزِ فغاں کا سینہ  
 تنختہ گل ہی ترے سوختہ جاں کا سینہ صورتِ لالہ ہی پُر داغ بیاں کا سینہ  
 پڑ رہے ہیں ترے بیمار کے لالے آجا

سفرِ جہاں آبادی

بداول

## ۵۴ - پردہ مہم

نگاہ عاشق کی ڈھونڈ لیتی ہے پردہ مہم کد اٹھا کر  
 وہ بزم شرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر  
 تباہ دیتے ہیں اے صبا ہم، یہ گلستانِ عرب کی بوہی  
 ممکنہ اب ہاتھ لا ادھر کو، وہیں سے لائی ہو تو اڑا کر  
 بہارِ حبت کو کھینچتا تھا مجھے مدینہ سے آج رضواں  
 ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر  
 شہیدِ عشق بنی کے مرنے میں بانگین بھی ہیں سوطح کے  
 اجل بھی کہتی ہو زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر  
 شہیدِ عشق بنی ہوں میری کدی یہ شمع قمر جلے گی  
 اٹھا کے لائیں گے خود فروختے چراغِ خورشید سے جلا کر  
 کدیں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حورِ حبت کو اسیں کھایا ہو  
 کہ شورِ محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر  
 ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی ہو مجھے بھی محشر میں نکلتی ہو

کہیں شفاعت نہ لے گئی ہو مری کتابِ عمل ٹھاکر  
رکھی ہوئی کام آہی جاتی ہو خیں عسبیاں عجیب نہ ہی  
کوئی لے پوچھتا پھرے نہ زرفِ شفاعت دکھا دکھا کر  
خیالِ راہِ زم سے اقبال در پہ تیرے ہوا ہے حاضر  
بغل میں زادِ عمل نہیں ہو صلہ مری نعت کا عطا کر

اقبال

## ۵۵- شمع ہدایت

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیں برسِ تنگداریوں میں  
اک روز چکنے والی تھی نکل دنیا کے درباروں میں  
گرا رض و سما کی محفل میں لولا لعلِ ماکا کا شور نہ ہو  
یہ رنگِ نوگلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں  
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وردوں سے حل نہ ہوا  
وہ رازِ اک کلی والے نے بتا دیا چند اشاروں میں  
وہ خیں نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے  
ڈھونڈے سے ملیگی عاقل کو یہ قرآن کے سیپاروں میں

بہارِ سخن

## ۵۶۔ بعثت حضرت خاتم النبیین صلعم

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا      مرادیں غریبوں کی بر لانے والا  
مصیبت زین نبیوں کے کام آنے والا      وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا  
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوے

یتیموں کا والی غلاموں کا مولے

خطا کار سے درگزر کرنے والا      براندیش کے دل میں گھر کرنے والا  
مفسد کا زیر و زبر کرنے والا      قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حراسے سوے قوم آیا

اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

میں خام کو جس نے گزند بنایا      کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا  
عرب جس پہ قرونوں سے تھا جہل چھپایا      پلٹ دی بس اک آن میں اُس کی کایا

رہا ڈرنہ بیڑے کو موج بلا کا

ادھر سے ادھر پھر گیا سب ہوا کا



جلدوں وہ بجلی کا گڑکا تھا یا صوتِ ہادی عریبا کی زیرِ سہا جس نے ساری بنادی  
نئی اک لگن دِل میں سب کے لگادی اک آوازِ دل، تہی سہی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے  
کہ گونج اٹھے دشتِ چل نام تو ہے

سبقِ پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا حقیقت کا گِران کو اک اک بتایا  
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا بہت دن کے سستے ہوؤں کو جگایا  
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر

وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر

کسی کو ازل کا نہ تھا یا دیہیاں بھلائے تھے بندوں کو مالک کے فرماں  
زمانہ میں تھا دورِ صہبائے اہل مے حق سے محرم نہ تھی بزمِ دوراں

اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک

خیمِ معرفت کا تھا منہ خام اب تک

نہ واقف تھے انسان سزا اور جزا نہ آگاہ تھے مبداء و منتہا سے  
لگائی تھی ایک اک نے لو ما سوا سے پڑے تھے بہت دُورِ نبی خدا سے

جلد اول

یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا

یہ راعی نے لکار کر جب پکارا

کہ جو ذاتِ واحد عبادت کے لائقِ زباں اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کے ہیں فرمانِ طاعت کے لائق اسی کی ہے سرکارِ خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم

اسی نے غضب سے ڈرو گر درم اسی کی طلب میں مروجہ مردم تم

مبراہِ شریک اس کی خدائی

نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

اسی طرح دل ان کا ایک اک توڑا ہر ایک قبلہ کج سے منہ ان کا مڑا

کیسے ماسولے کا علاقہ نہ چھوڑا خداوند سے رشتہ بندوں کا جوڑا

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے

دیئے سر جھکا ان کے مالک کے آگے

حالی

## ۵۷۔ شوق زیارت بیت اللہ شریف

الٰہی یہ تمنائے حرم کی راہ کو دیکھوں  
 کیسے اس دنوں عالم کی زیارت کا کو دیکھوں  
 جو تو چاہے تو میں اس خانہ و خواہ کو دیکھوں  
 نہیں جی چاہتا دنیا کے غر و غبار کو دیکھوں  
 یہی جی چاہتا ہوں کہ میں ہر کام کو چھوڑوں  
 اور اس دنیا کے دوسرے خیال غم کو چھوڑوں  
 مگر خاک میں دنیا کے ننگ نام کو چھوڑوں  
 چلا جاؤں مسافر بن کر اور آرام کو چھوڑوں  
 غمی دیکھی خوشی دیکھی بھلا دیکھا بُرا دیکھا  
 نہ تھا جو دیکھنا بھی سو وہ اس دنیا میں دیکھا  
 یہ مانا ہم نے یاں رہ کر تماشا خوب سا دیکھا  
 نہ دیکھا خانہ کعبہ تو ان آنکھوں سے کیا دیکھا  
 تمنا ہے کہ میرا ہاتھ ہو کعبہ کا دامن ہو  
 تو عرض حال دل مولیٰ سے ہو اور حتم گراں ہو  
 نکالوں دل سے حسرت جو کہ حسرت میں نہاں ہو  
 یہ دیکھا چاہئے کہ ہو جو تسکین دل و جان ہو  
 خوشا حال غریباں جو عدم کی راہ چلتے ہیں  
 حرم میں جا کے دیوانوں کی سہی صورت میں ہو  
 نبی را لودان کو دیکھ کر بس دل گھٹلتے ہیں  
 ہمارے دیکھے ارمان دل کے کب نکلتے ہیں  
 خدا یا تیری رحمت سے نصیب ایسا زمانہ ہو  
 فقیر خستہ جان و خستہ خاطر بھی روانہ ہو  
 گلستان حرم میں جا کے میرا آشیانہ ہو  
 پھر دل لبیک کہتا اور میری صورتِ دیوانہ ہو

جد اول

تمنا ہوا اب ان آنکھوں سے بیتِ اسد کو دیکھوں  
پھر اس کو دیکھا کہ بیتِ رسول اسد کو دیکھوں

۹

### ۵۸۔ شوق زیارتِ مدینہ منورہ

جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں      حسرت آتی یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں  
دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہر مجھ میں طاقت      شوق کھینچے لئے جاتا ہوں کیا جاتا ہوں  
قافلے والے چلے جاتے ہیں آگے آگے      مددے شوق کہ پیچھے میں رہا جاتا ہوں  
اس لئے تانے مٹے روکنے والوں کو پتا      محو کرتا ہوا نقشِ کف پا جاتا ہوں  
فیضِ مولا سے ابھی صبر کی طاقت ہی میری  
جو کڑی سانسے آتی ہو اٹھا جاتا ہوں

امیر

### ۵۹۔ شوق زیارتِ مدینہ منورہ

قافلے جب کہ مدینے کی طرف چلتے ہیں      اپنی محرومی پہ ہم روتے ہیں شرتے ہیں  
گر یہ سامان نہیں ظاہر میں مہیا لیکن      عاجزوں کی وہ مدد غیب سے فرماتے ہیں

جلداول

رات دن لکھتے ہیں دل میں یہ تمنا اپنے ہم سے محتاجوں کو کب دیکھتے بولتے ہیں  
لو مبارک ہو شہنشاہ کار و منہ آیا عیش سے جس کی زیارت کو مائے بس  
کیا ہے اس شاہِ رسل کا بھی جلالِ ربابہ بادشاہانِ جہاں رعب سے تھرتے ہیں

کیا ہی دربار ہے دربارِ صیبِ رحمت

فیض اس در سے سبھی جن و بشر پاتے ہیں

مسکین

## ۶۰۔ شوقِ زیارتِ مدینہ منورہ

ہے تمنا یہ خدا سے کبھی ایسا ہو دے ہند سے سوئے مدینہ مرا جانا ہو دے  
سر کے ہوں بال گھلے پاؤں برہنہ ہو دے گیر وازنگ گلے میں مرے کرتا ہو دے  
خاک صحراے مدینہ ہو ملی منہ پہ مرے جاری آنکھوں سے مرے اشکوں کا دیا ہو دے  
دل مشتاق میں ہو شوقِ زیارت کا بھرا تذکرہ لب پہ مرے صلّ علی کا ہو دے  
پہنچوں اس طرح سب میں راقدس کے تیرے یا حبیبی کا زباں پر مرے نعرہ ہو دے  
روضہ پاک کے چوگرد پھروں میں ایسا جیسے پروانہ سرِ شمع پہ پھرتا ہو دے  
جوڑ کر ہاتھ کروں عرض میں یا حم رسل حال خستہ پہ نظر میرے خدا را ہو دے

وہاں بسمل ترے کوچہ میں تہہ پتیا ہووے  
تو بھی گرم تماشیا تماشیا ہووے

بسم

## ۶۱۔ مدینہ کی جوگن

اتجے جاؤں گی مدینہ کو میں جوگن بنکر  
نہ تو کعبہ ہی گئی میں نہ مدینے پہنچی  
اتجے جانے دے مدینہ کو جو بھلیں راناں  
موت کیا پیچھے پڑی ہر مرے پیرن بنکر  
سیکڑوں بار تصدق ہوں ترے روضہ پر  
ہار پھولوں کا چڑھایا کروں مالن بنکر

## ۶۲۔ عرضِ حالی

اے خاصہ خاصانِ رحل وقت دعا ہے  
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے  
اُمت پہ تری آگے عجب وقت پڑا ہے  
خود آج وہ همانِ سرے فقرا ہے  
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیرِ کوسری

بد اول وہ دین ہوئی بزم جہاں جسے چراغاں  
اب اس کی مجالس میں تہی نہ دیا ہی  
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹائے  
اس دین خود تفرقہ اب آکے پڑا ہی  
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے  
اس دین میں خود بھائی سوا بھائی جدا ہی  
جس دین کی حجت سب ادیان تھے مغلوب  
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سلائی  
ہی دین ترا اب بھی وہی چشمہ صافی  
دیناروں میں پر آب ہی باقی نہ صفا ہی  
دولت ہی نہ غرت نہ فضیلت نہ ہنر ہی  
اک دین ہی باقی سو وہ بے برگ نوا ہی  
پر نام تری قوم کایاں اب بھی بڑا ہی  
گو قوم میں تیری نیل اب کوئی بڑائی  
ڈر ہی کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر  
دلت سے اسے دودِ زمان میٹ رہا ہی  
فریاد ہی لے کشتی امت کے نگہبان  
بیرا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہی

تدبیر سنھلنے کی ہمارے نہیں کوئی  
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہی

حالی

۱۴۰۴ - تحفہ امت

گراں جو مجھ سے پہنکا نہ زمانہ ہوا جہاں سے باندھ کے رخت سفر روانہ ہوا

قیود شام و سحر میں بسر تو کی لیکن نظام کائنات عالم سے آشنا نہ ہوا  
ہواریق اجل اشتیاق آزادی سمندر کو اک اور تار یا نہ ہوا  
فرشتے بزم رسالت میں لے گئے مجھ کو

حضور آیہ رحمت میں لے گئے مجھ کو

کہا حضور نے لے عند طیب باغ حجاز کلی کلی ہے تری گرمی نواسے گزار  
ہمیشہ سرخوش جام ولا ہے دل تیرا فنا دگی ہے تری غیرت سجود و نیاز  
اڑا چو پتی دینا سے تو سوئے گردوں سکھائی تجھ کو لانا ک نے رفعت پر دراز  
نکل کے باغ جہاں سے بربگ بو آیا

ہمارے واسطے کیا تحفے لے کے تو آیا

کہا یہ میں نے کہ سچی خوشی نہیں ملتی تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی  
ریاض ہر میں ہیں یوں تو رنگ رنگ کے چلو وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی  
مگر میں نذر کو اک آگینہ لایا ہوں جو چیز اس میں ہو جنت میں بھی نہیں ملتی  
جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں  
طرابلس کے شہیدوں کا ہوا اس میں

اقبال



## ۶۴۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے

جہاں میں کیا کیا خرد کے اپنے ہر اک بجاتا ہے شادیا نے  
 کوئی حکیم اور کوئی مہندس کوئی ہو پنڈت کتھا بجانے  
 کوئی ہے عاقل کوئی ہے فاضل کوئی نجومی لگا کسانے  
 جو چاہے کوئی یہ بھید کھولے یہ سب ہیں جملے یہ سب بہانے  
 پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے  
 جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے  
 ہول کے اوپر جو آسمان کا بے چو باخیمہ یہ تن رہا ہے  
 نہ اس کی میخیں نہ ہیں طنابیں نہ اس کی چوہیں ادھر کھڑا ہے  
 ادھر ہے چاند اور ادھر ہے سورج ادھر تارے ادھر ہوا ہے  
 کسی کو مطلق خبر نہیں ہے کہ کب بنا ہے یہ کاہے کاہے  
 پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے  
 جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

حصہ اول

فلک تو کہنے کو دور ہو گیا زمیں پہ اب جو یہ بستر ہے  
 کھڑے ہیں لاکھوں پہاڑ جس پر فلک سے سر جن کا جا لگا ہے  
 ہزاروں حکمت کا اک بھپو نایہ پانی اوپر جو بچھ رہا ہے  
 بہت حکیموں نے خاک چھانی کوئی نہ سمجھا یہ ہمید کیا ہے  
 پڑے بٹھکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے  
 جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے  
 زمیں سے لیکر جو آسمان تک بھری ہر لاکھوں طرح کی خلقت  
 کہیں ہے ہاتھی کہیں ہے چوٹی کہیں ہے رانی کہیں ہے پرت  
 جو چاہے اس کے یہ ہمید کھوئے کسی کو اس کی نہیں ہر طاقت  
 کہ جتنے جلوے دکھائی ہر خدا کی قدرت خدا کی صنعت  
 پڑے بٹھکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے  
 جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے  
 یہ کون جانے کہ کل کیا کیا اور آج مالک وہ کیا کرے گا  
 کسے بگاڑے کسے سنوارے کسے نڈھال کسے بھر گیا

کسی کے گھر کون ہووے پیدا کسی کے گھر کون سامرے گا  
 کسی کو ہرگز خبر نہیں ہے کہ کیا کیا ہے وہ کیا کرے گا  
 پڑے بھگتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے  
 جو خوب دیکھا تو بار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے  
 نظیر اکبر آبادی

## ۵۔ خدا کی خدائی

بکٹ تری میں ہو جھگڑا کہ چمن کس کا ہو  
 فیصلہ گردشِ دواں نے کیا ہو سوا ہو  
 دم سے یوسف کے جب آباد تھا یعقوب کا گھر  
 آنکھ پڑتی ہے ہر اک اہل نظر کی تم پر  
 کل تبا دیگی خزاں یہ کہ وطن کس کا ہو  
 مرو کس کا ہو بدخشان و ختن کس کا ہو  
 چرخ کھتا تھا کہ یہ بیتِ خزن کس کا ہو  
 تم میں سوپ لے گل و نسرین سمن کس کا ہو  
 شان دیکھی نہیں گرتے چمن میں اسکی  
 ولولہ تجھ میں یہ لے مرغِ چمن کس کا ہو  
 واعظ اک عیب تو پاک ہو یا ذاتِ خدا  
 ورنہ بے عیب زمانہ میں چلن کس کا ہو  
 ہیں فصاحت میں مثلِ واعظ و حالی دونوں

و لیکن یہ ہے کہ بے لاگ سخن کس کا ہو

جلد اول

## ۶۶- حضرت انسان

عجب حالت ہو انسان کی عجب کچھ اس کا عالم ہے  
 کہ نیک بد کا اس میں بھی پرالگندہ ہے اک دفتر  
 نہ بھولو بھولی بھالی صورتِ انسان پر ہر گز  
 یہ حضرت طرفہ معجوں ہیں نہ غافل ان سے ہودم بھر  
 فرشتوں سے سوا ہے خیر کا بھی مادہ ان میں  
 شرارت پر اگر آویں تو ہیں شیطان سے بدتر  
 کبھی سوتے نہیں بیمار کی تیار داری میں  
 کبھی سوتوں کی گردن پر چلاتے ہیں یہی بخشہ  
 کبھی ہمدرد بن کر جان یہ دیتے ہیں غیروں پر  
 کبھی بھائی کے پلو میں جھپوتے ہیں یہی شتر  
 کبھی اپنے ہی مہجنوں کی جوتی صاف کرتے ہیں  
 کبھی ان کو دینے اس میں کہ دکھیں بھی نظر بھر کر

جداد دل

سمجھ کر بھوت ڈرتے ہیں کبھی دیوار سے حضرت  
کبھی جا ہاتھ دیتے ہیں دہان شیر کے اندر

کبھی کرتے ہیں یہ باتیں ملاء عرشِ اعلیٰ سے  
کبھی ہیں پوجتے حیواں کبھی لکڑی کبھی پتھر  
خدا نے دی ہر استعداد نیک و بد تجھے عارف  
ہمیشہ کر ہی کوشش کہ کل ہو آج سے بہتر

عارف

## ۶۶۔ خدا کی امانت

مجنوں کا دل ہے خواہشِ لیلیٰ کے واسطے      دامن کا دل ہے دامنِ عذر کے واسطے  
بلبل کا دل بنا گلِ رغبت کے واسطے      پھر دل مرا ہے کس کی تمنا کے واسطے  
یہ دل مرا نہیں ہے امانتِ خدا کی ہے

پہناں اسی میں راز ہیں کچھ راز دار کے      لایا تھا ساتھ عرشِ بریں سے اُتار کے  
دامن میں چھل کچھ ہیں، گیس کی بیار کے      پہلو میں کچھ ہیں غم کسی لالہ زار کے  
یہ دل مرا نہیں ہے امانتِ خدا کی ہے

او قاصدِ شباب نہ لانا پیامِ عشق چھاتی دہل گئی یہاں سن کے نامِ عشق  
 ہو جاؤں یوں تیجانِ دل سے غلامِ عشق ممکن ہے بھول جاؤں کبھی پی کے غلامِ عشق  
 یہ دل مرا نہیں ہے امانتِ خدا کی ہے

اوجنِ فتنہ ساز، تجھے دیکھتا تو ہوں ہی مثلِ سحرِ سامی بے شک ترافسوں  
 بہتر ہے ترے عشقوں سے ناآشنا رہوں تو لاکھ عشوہ باز ہو پر دل تجھے نہ دوں  
 یہ دل مرا نہیں ہے امانتِ خدا کی ہے

صیا و نقشِ طائرِ دل سے زرا پرے کمِ سخت اپنے جال کو جا کر بچا پرے  
 دانا ہے، کب فریب میں آتا ہے جا پرے مکار جائے کر کے دانے گرا پرے  
 یہ دل مرا نہیں ہے امانتِ خدا کی ہے

کتنے ہی اسکے چہنہ والے ہیں تاک میں دم کر رکھا ہے نفسِ ستمگر نے ناک میں  
 مل جائے، آہ آہ مرادِ دل نہ خاک میں کیا چیز لیکے جاؤں گا درگاہِ پاک میں  
 یہ دل مرا نہیں ہے امانتِ خدا کی ہے

## ۶۸۔ دل

قدر رکھتی نہ تھی متاعِ دل      سارے عالم میں میں دکھ لایا  
 دل کہ ایک قطرہ خوں نہیں ہٹتا      ایک عالم کے سر بلا لایا  
 سب پہ جس بار نے گرانی کی      اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا  
 دل مجھے اس گلی میں بے جا کر      اور بھی خاک میں ملا لایا  
 ابتدا ہی میں مر گئے سب بار      عشق کی کون انتہا لایا  
 اب تو جاتے ہیں تنگدے سے میر  
 پھر ملیں گے اگر خدا لایا

میر

## ۶۹۔ تبنیہ الغافلین

اتنا نہ پائے جلے سے باہر کل کے چل      دنیا ہے چل چلاؤ کارِ شہِ نیل کے چل  
 کم طرف پر غور زرا اپنا طرف دیکھ      مانند جو ششِ خم نہ زیادہ ابل کے چل  
 فرصت ہو اک صدا کی میان سوز دل کے ساتھ      اس پر سپتہ وار نہ اتنا آچھل کے چل

یہ غول و ش ہیں ان کو سمجھ تو نہ رہنا سایہ سے بچ کے اہل فریب و غلب کے چل جلد اول  
 اوروں کے بل پہ بل نہ کراتنا نہ چل بل ہی تو بل کے بل پہ تو کچھ اپنے بل چل  
 انسان کو کل کا پتلا بنایا ہی اس نے آپ اور آپ ہی وہ کہتا ہی تیلے کو کل کے چل  
 پھر آنکھیں بھی تو دی ہیں کہ رکھ دیکھ کر قدم  
 کہتا ہی کون تجھ کو نہ چل چل سنبھل کے چل

ظفر

## سفر آخرت

کرو نہ دیر جہاں میں جہاں سے آئے چلو یہاں گمانِ خطر ہے قدم بڑھائے چلو  
 یہاں فریبِ نشیب فرازا کثر ہے خدا کے واسطے اتنا نہ منہ اٹھائے چلو  
 شکستہ پاہوں کہیں ساتھ سے نہ رہ جاؤ مجھے بھی ہاتھ زرا دوستو لگائے چلو  
 ہمتیہ ملکِ عدم کے بنے رہو سفری ادھر سے لینے کو یکے قضا جب آئے چلو  
 ادھر ادھر کہیں بھر کر ترارہ جانے پڑو سمندِ عمر رواں کو زرا دباؤ چلو  
 ابھی تو حسنِ عمل کا زمانہ باقی ہے وہاں کی بگڑی ہوئی کچھ ہسینائے چلو

عدم میں تو سو گے دردِ جگر کوئے تسلیم

جو ہو سکے کوئی سینہ پہ تیر کھائے چلو

تسلیم



## ۱۶- ہمیشی

دلوں کو لذتِ معنی کا اب حس بھی نہیں باقی  
جسے دیکھو قاتلِ صورتِ دنیا ئے فانی ہے

حدیثِ آرزوئے قربِ باری کو نظر کس کی  
خدا اک لفظ ہو اور شوقِ موسیٰ اک کمانی ہو

ہوئے وادیِ امن کہاں اب گلشنِ دل میں  
نہ وہ آ رہی کا حرمِ ہر نہ شوقِ لہ ترانی ہو

معاذ اللہ غفلتِ باریاں یہ ایر معرب کی  
کوئی آلودہ آرزوئی صرفِ جوانی ہے

ملا دے اپنی ہستی اشتیاقِ حسنِ باقی میں  
جولے اکبر تجھے ذوقِ حیاتِ جاوداتی ہو

اکبر

جلد اول

## ۷۲۔ چشمِ باطن

میں نے مرشد سے کیا جا کر یہ اُکدن تھاں  
کار دنیا نے بہت جھک کر کیا ہوا اب و دہاں  
جلوہ دنیا نے جھک کر دیا ہے بے بصر  
آخرت پر کچھ نہیں باقی رہی میری نظر  
فلسفہ نے جھک کر دکھایا فقط دنیا کا فیکٹ  
میری چشمِ طبع کو عارضِ غریبی کی کیکٹ  
میرے حق میں کوئی فکرِ سالویشن کیجئے  
ہو سکے تو مذہبی اک آپریشن کیجئے  
کی توجہ حضرت مرشد نے میرے حال پر  
اک نظر ڈالی مرے اقوال اور اعمال پر  
چشمِ باطن میں دیا شتر نگاہ تیز کا  
کٹ گیا وہ رنگ محسوسات کفر انگیز کا

پھر دیرِ دل پر مرے تقویٰ کی مٹی باندھ دی  
آنکھ پر شوقِ تقائے حق کی پی باندھ دی

اکبر الہ آبادی

## ۷۳۔ فکرِ عاقبت

ایسے رکھو بے باغِ غفلت راہو چکی  
دل سنوار اپنا جوانی خود آراہو چکی  
خانہ تن کی خرابی پر بھی لادھم ہو نظر  
نیتِ آرائشِ مقبرہ مسلح ہو چکی

جلداول  
 بنخودی کی دیکھ لذت ترک کر کے آرزو ہو چکی حد ہو س نشق تمنا ہو چکی  
 حسنِ مطلق کے تصور سے بھی بے دوکیتا روتے زیبا ہو چکا زلفِ چلیپا ہو چکی  
 چل بسے یارانِ ہدم اٹھ گئے پیارے غریز  
 آخرت کی اب کراکبر فکر دنیا ہو چکی

اکبر

## ۷۔ فکر عاقبت

کیا وہ دنیا جس میں کوشش ہو نہ دیں کے واسطے  
 واسطے وال کے بھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے  
 نبوں کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہو گئے  
 اے سکندر کس لئے دو گز زمیں کے واسطے  
 ذوقِ عاصی ہے یہ اس کا خاتمہ کچھ بخیر  
 یا آگہی اپنے ختم المرسلین کے واسطے

ذوق

تبداول

## ۵۔ مال زندگی

تمہیں چند اپنے ذمہ دھر چلے      کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے  
 زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے      ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے  
 کیا ہمیں کام ان گلوں سے لے صبا      ایک دم آئے ادھر اُدھر چلے  
 دوستو دیکھا تماثلیاں کابیں      تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے  
 شمع کی مانند ہم اس بزم میں      چشمِ تم آئے تھے دامنِ تر چلے  
 ہم جہاں سے آئے تھے تنہا و لے      ساتھ اپنے اب اُسے لے کر چلے  
 جوں شر لے ہستی بے بودیاں      بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے  
 ساقیاں لگ رہا ہے چل چلاؤ      جب تک بس چل سکے سا غم چلے  
 دسر د کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب  
 کس طرف سے آئے تھے کب دھر چلے

دسر د

## ۷۶۔ بزمِ حیات

میں اک بزمِ طرب میں میہاں تھا      بدل مہمونِ لطفِ میزباں تھا  
 سراپردہ میں جب داخل ہوا میں      وہ کچھ دیکھا کہ حیراں رہ گیا میں  
 ہجومِ میہاناں و مہدم تھا      صلائے عامِ الطاف و کرم تھا  
 کوئی مستِ شکوہ و خسروانہ      رہیں دابِ اندازِ شہانہ  
 کوئی صوفی صفت سرگرم توحید      کوئی آزاد و ششِ شیدائے تجرید  
 کوئی مستِ خیالِ ساغر و مے      کوئی محوِ تلاشِ بریطاونے  
 کوئی اپنی خود آرائی پہ شیدا      فداے نازِ رعنائی پہ شیدا  
 کوئی شمشیر و رکفِ طالبِ جنگ      غرض جس شخص کو دیکھا جہانگ  
 صفیں یوزوں کے بیٹھے ہیں یکسو      صنوبرِ قامتِ انِ عنبریں مو  
 کہیں دہتاں کسی جانب کو تجاہ      زیان و سود میں سرگرم گفتا  
 میا جا بجا کھانے کے ساماں      جہاں جس جنس کو دیکھا فراواں  
 پیائے تازہ کھانا پک رہا ہی      کربانہ سے ہر ایک خادم کھڑا ہی  
 صلائے عام ہے سب آؤ کھاؤ      جو کچھ مرغوب ہو منگو آؤ کھاؤ

جداول جو ہیں اہل جاعت حصے لیجائیں برابر ساتھیوں میں بیٹھ کر کھائیں  
 ولیکن منصفانہ ہو وہ قسمت کہ تا سر فرد ہو سرگرم فرحت  
 جسے درکار ہو مانگے یہاں سے نہ چھینے کوئی عاجز میزبان سے  
 کمی یاں کچھ کسی شے کی نہیں ہے یہ بزم دعوت شاہ زمیں ہے  
 ضعیفوں کی قوی خدمت بجالائیں انھیں تنجا کے اپنے ساتھ کھلوائیں  
 ہنسیں بولیں پھر یہ دیکھیں پیٹ کھا پس میزبان دل سے بجالائیں

پیام شاہ جب پہنچا چکا وہ  
 مخاطب ہو کے پھر گئے لگا وہ

سنو اے میمانو! تم مری بات کہ بزم امتحاں ہے آج کی رات  
 شہنشاہِ دو عالم میزبان ہے خوشا نخت اس کا جو یاں میماں ہے  
 سحر قصرِ شہنشاہی کھلے گا سجے ہیں جس میں کمرے لاکھوں فرما  
 دکھائے آج جو جیسی لیاقت اسی درجہ کی گل پائے وہ نعمت  
 زباں پر میری ہے جس قصر کی بات اسی کا نام ہے دارالکافات  
 سمجھ اور سوچ کر اب تم پوچھاؤ ملا ہے حکم جو تم کو بجالاؤ  
 وہ دیکھو غفرۃ الیواں کھلا ہے مٹھا را میزبان خود دیکھتا ہے

جلداول ذرا بھی کچھ چھپا سکتے نہیں تم      نظر اس کی بچا سکتے نہیں تم  
کوئی جو کچھ فصول سازی کریگا      دل اس کا اس کی غازی کریگا

ہر اک کو عرض بیگی نے جتایا

مگر ہر اک نرالا رنگ لایا

کوئی تو بینے کھانے میں ہوا مچو      کوئی گانے بجانے میں ہوا مچو  
کسی نے دستِ جبر اپنا بڑھا کر      گلا گھونٹا کسی عابز کا جا کر  
کریم النفس تھے ایسے بھی اکثر      کہ کمریں باندھ کر مانند چاکر  
ضعیفوں کی لگے کرنے مدارات      بہ دل تعمیل کی جو کچھ سنی بات  
کچھ ایسے بھی دماں آزاد دیکھے      جو کیسوئی کی دُھن میں شاہد دیکھے  
وہیں ایسے بھی دیکھے عالی ہمت      کہ اپنے حصہ کے خزانوں کی نعمت  
نئے تقسیم کرنے خود نہ کھا کر      کرمیوں کی طرح سب سے چھپا کر  
نظر ایسے جی آئے پاک طینت      نہ ہواں کو کسی شے سے بھی غربت  
سوے ایوانِ شاہی لو لگائے      کھڑے ہیں دم بخود آنکھیں ملے  
بندھی ہے ٹانگی تن کا نہیں ہوش      بھرا ہر دل میں شوقِ دید کا جوش  
خود مذاہبِ ہی دماں میں نے پائے      سوئے ایوانِ شاہی لو لگائے

غریبوں کی بھی خدمت کر رہے ہیں عتابِ شہ سے دل میں ڈر رہے ہیں  
 کھاتے بھی ہیں اور خود بھی کھاتے خوشی پہنچانے کے ہیں خوشیاں مناتے  
 بہت ایسے بھی دیکھے میں نے مہیا سمجھتے تھے جو خود کوفن میں چالاک  
 لگے جیسے کترنے دھوکے دے کر جو کچھ پایا چلے مٹھی میں لے کر  
 کہیں پر ہے غضب بدکاروں کو خوار بنایا پیشہ سترگر مردم آزار  
 غرض ہر اک تھا حالِ خاص میں خود نظرِ خود خیالِ خاص میں تھو

بنوران کے جو دیکھے میں نے احوال

نظر آیا مجھے پھر اک نیا حال

مگر میں سب کے اک پھندا پڑا ہوں بہت باریک دورے سے بندھا ہوں  
 اور اس دورے میں گم ہیں دی ہوئی وہ سب بخت بہ نوبت کھل رہی ہیں  
 مگر ہر مختلف گروہوں کی تعداد نہیں تعداد ان سب کی مجھے یاد  
 کسی میں دس کسی میں بیس یا تیس کم از کم ایک زیادہ ایک سو بیس  
 گرہ کے آگے پیچھے اور برابر بنے ہیں کچھ نشانِ دورے کے ادھر  
 سرِ اُردو کے کاہر پرے کے باہر کوئی تھامے ہوئے ہو گا مقرر  
 کششِ دورے کی ہو باہر کو پیہم نہیں تھما کسی ساعت کسی دم



جلداول نشانِ خاص تک جس وقت پہنچا لگاتا ہے کوئی باہر سے جھٹکا

پتا ملت انہیں پھر رفتنی کا

گزرتی ہے نہ معلوم اس پہ پھر کیا

تماشا میں نے یہ دیکھا پیارے بجاتا تھا ابھی اک خوش ادلنے

لگا جھٹکا کہاں نے پھر کہاں وہ نہ آیا تھا کبھی گویا یہاں وہ

ابھی اک شوخ محو زلف و شانہ حسین دہر کیتائے زمانہ

خرام ناز میں نخوت سے تن کر نظر کرتا نہ تھا سرو چمن پر

یکایک کھائے جھٹکا لڑ کھڑایا کھینچا پردے سے باہر پھر نہ آیا

کوئی ہوتے ہی داخل جھٹکا کھا کر پھرا اٹے قدم صورت دکھا کر

لگاتا تھا یہ آمد شد کا ایسا کہ اب تک ہر مجھے بالکل ضیا

ہوئی وہ گرمی محفل کہ مت پونچھ بیانِ لطف ہر مشکل کہ مت پونچھ

مگر آدھی پڑے پھیکا پڑا رنگ لگے سب اونگھنے ہونے لگے تنگ

لگے ڈوروں میں بھی جھٹکا پیارے

کوئی خوش اور کوئی ناشاد اٹھے

بوقتِ صبح کی میں نے نظروں وہ محفل گاہ تھی اک ہوکا میداں

تاسف سے ہوا میں دل میں شند  
کہا خادم نے شہ گئے مت ہو مضطر جلد اڑل  
ہزاروں مخلصین ہیں لاکھوں مہاں  
ابھی تک تو نے کیا دکھا ہے ناداں  
شہنشاہانہ فیاضی ہے دائم  
ازل سے ہوا بد تک یوں ہی قائم  
بجالات حکم شاہی شادماں رہ  
ہر اک محفل کا رنگین میہماں رہ  
مطیعوں پر کھلے ہیں بابِ رحمت  
موڈب پاتے ہیں ہر روز خلعت  
حضورِ ملتی ہے اہل طلب کو  
خطابِ قرب اربابِ ادب کو  
خیالِ غیر سے مطلب نہ رکھنا  
توقعِ غیر بابِ رب نہ رکھنا  
کیا کر بکیوں کی دستگیری  
یہی ہے شاہ کی فرماں پزیری  
یہ کہہ کر خادم شاہی بہ عجلت  
ہوا مجھ سے ملا کر ہاتھ رخصت  
تعجب ہے مجھے یہ راز کیا تھا  
ہوئی کس طرح برہم بزمِ زیبا

خیالِ احمدی کیوں ہو پریشاں

حضورِ استبانِ پاکِ یزداں

احمدی

## ۷۷۔ دارالغرور دنیا

ہر شمع اپنے زعم میں یاں برق طور ہے ہر کنگری کو ہمسری کوہ نور ہے  
عالم میں کبر و عجب کا ہر سونہور ہے دنیا کے انکسار جوہیاں سی دور ہے  
ہم کو تو اس جہاں سے شکایت ضرور ہے

دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

شاہوں کو اپنی صولت شاہی پہ گھنٹہ نعمت پہ عیش و عشرت شاہی پہ گھنٹہ  
جاہ و حشم پہ دولت شاہی پہ گھنٹہ طبل و علم پہ شوکت شاہی پہ گھنٹہ  
ہر شخص ان کو دیکھ کے کہتا ضرور ہے

دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

زاہد کو دیکھے تو الگ اس کی شان ہے خلق خدا پہ طعن ہے طاعت کا مان ہے  
حضرت کو زہد خشک پہ کتنا گمان ہے بگڑا ہوا مزاج سیر آسمان ہے  
جو اس کے ڈھنگ دیکھ لے کہتا ضرور ہے

دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

عالم جو اپنے علم پہ پھولا ہوا نہیں ہم کو تو اس جہاں ابھی تک ملایں

جاہل پہ کون عالم دانا ہنسائیں رونا یہ ہے کہ کوئی بھی عجزِ آتشناہیب بھلا اول

نشتہ شرابِ علم میں ہے اور ضرور ہے

دنیا ہی جس کا نام وہ دارالغرور ہے

محرم خاکسار جہاں کا یہ حال ہے ہو اس جہاں سے دُور جو فکریاں ہے

تام و نوونے جو بچھایا یہ جال ہے بچھا مرے خیال میں اس کی محال ہے

گر گھس سکی نہ آنکھ تو پھیننا ضرور ہے

دنیا ہی جس کا نام وہ دارالغرور ہے

محرم

## ۸۔ احتسابِ زندگی

بتائے خاک کے پتیلے کہ دنیا میں کیا کیا ہے بتا کر دانت ہیں منہ میں تڑے، کھایا کیا گیا،

بتا حیرات کیا کی راہ ہوا میں دیا کیا ہے یہاں سے عاقبت کے واسطے تو شہ لیا کیا ہے

دعائیں لیں کبھی ٹھنڈا کیا دل در بندوں کا

جیسے حالوں میں تو شامل ہوا محتاجِ بندوں کا

کسی گم کردہ رہ کی خضر بنکر رہنائی کی کسی کی ناخن تدبیر سے عقدہ کشائی کی

دہم شکل کسی مظلوم کی حاجت وائی کی کسی کی دستگیری کسی سے کچھ بھلائی کی

کبھی کچھ کام بھی آیا کسی آفت رسیدہ کے  
کبھی دامن سے پونچھے تو نے آنسو ابیدہ کے

شریکِ رد و غم ہو کر کسی کا دکھ مٹایا ہو مصیبت میں کسی آفت زدہ کے کام آیا ہو  
پرائی آگ میں پڑ کر کبھی دل بھی جلایا ہو کسی بنیس کی خاطر جان پر صدر مٹھایا ہو

کبھی آنسو بہائے ہیں کسی کی نصیبی پر  
کبھی کچھ ترس کھایا تو نے مفلس کی غریبی پر

کبھی تو نے کسی برگشتہ قسمت کی خبر لی ہو کسی ماتم زدہ کی فتنے و بھونکی کبھی کی ہو  
کسی کے واسطے آفت میں اپنی جان ڈالی ہو کسی بے خانماں کو وقتِ شکل کچھ دی ہو

کبھی کچھ دلنوازی کی ہو تو نے دل شکستہ کی  
کبھی کچھ چارہ فرمائی بھی کی زخمی خستہ کی

کبھی انداد دی تو نے کسی بکین بچا دے کو سچی نگر دیا کچھ تو نے مفلس کے گزارے کو  
تسلی دی کبھی تو نے کسی آفت کے مارے کو کبھی تو نے سہارا بھی دیا ہو بے سہارے کو

شریکِ دردِ دل ہو کر خبر لی بیواؤں کی  
لگی ہو چوٹ بھی دل پر صدائیں گدگدوں کی

مرقعِ عشرت کا یہ نیزنگِ عالم ہے      کہیں ہے نغمہٴ شادی کسی جا شور و ماتم ہے  
 کوئی خنداں کوئی شاداں کوئی بادیدہٴ غم ہے      دورنگی ہے زمانہ کی کہیں شادی کہیں غم ہے  
 کبھی دیرِ خزاں ہے اور کبھی فصلِ بہاری ہے  
 کبھی ہیں وصل کی راتیں کبھی اخترِ شمار ہے  
 نہ را تو سچے غافل رہیگا شاد و لکنتک      کرے گی خون اپنے وقت کا نادرِ اکنتک  
 ترے باغِ جوانی میں آئیگی خزاں کنتک      رہیگا تیری قسمت سے موافقِ آسمان کنتک  
 رہیگا تب کے مصروفِ دنیا کے جھیلے میں  
 کہاں تک کھوئیگا عمر رواں بانی کے ریلے میں  
 نہ تو وعیش پر نازاں دو روزہ ہو خوشی تیری      سرشارِ فخرں رُلائیگی دیم بھر کی سہمی تیری  
 عبت ہے ہستی جو موم سے دبستی تیری      یہیں نیچے دستِ اجل ہے زندگی تیری  
 عبت ہے بیکسی پر اس قدر اندازِ ستانہ  
 چھلک جائیگا ہو کر عمر کا بسہ زیرِ پیمانہ  
 فنا و زلیلت کا اک روز قصہ پاک ہونا ہے      اجل کے ہاتھ سے دامنِ ہستی چاک ہونا ہے  
 کبھی تو بائمالِ گردشِ خفاک ہونا ہے      کسی حقِ خاک میں ملنا ہے آخر خاک ہونا ہے

جہاں ساقیِ زمیں دنیائے فانی میں

چرخِ جہ سے ہو سکے کرے بھلائی زندگی میں

ز دولت ساتھ جائیگی نہ قیمت ساتھ جائیگی نہ شوکت ساتھ جائیگی نہ رفعت ساتھ جائیگی

پس وزن نہ پیمانِ امارت ساتھ جائیگی نہ عظمت ساتھ جائیگی نہ صولت ساتھ جائیگی

جو پوچھے جائیگی محشر میں اعمال میں تیرے

اگر کچھ ساتھ جائیگی وہ نیک اعمال میں تیرے

سناست کہ نیک اعمال کو طاعت گزاری کہ پندیرہ طریقے سیکھ غرورِ انکساری کہ

بجائے کر بدی سے باز آہر ہیز گاری کہ جو تجھ سے ہو سکے تو خلق کی خدمت گزاری کہ

اگر نیکی کرے گا تو خدا اس کا فردے گا

ترا دامن وہی امید کے پھولوں سے بھر دے گا

برقِ دہلوی

## ۹۔ - قدیم سادہ زندگی

یاد ایام کہ بیزنگ تھی تصویرِ جہان دستِ مشاطہ نہ تھا محرمِ زلفِ دریاں

گلِ خود رو سے بسا تھا چینِ کوئی مکان چار سو حسنِ خداداد کا سکھ تھا رواں

جلداول

وضعِ عالم میں نہ آیا تھا تغیر اب تک  
خطِ قدرت کی وہی شان تھی اور لوگ پاک

طفلِ معصوم کی مانند تھا یہ عالم پیر      تھے ہم اک صنعتِ بیچون چو اکی تصویر  
مابِ فطرت میں نہ تھی سلطنتِ نفسِ شیریں      تمنع نے ملکِ روح نہ کی تھی تسخیر  
خوابِ غفلت کی گھٹا دل پہ نہ چھائی تھی بہت

دن چھپا تھا ابھی اور رات نہ آئی تھی بہت

مالِ دولت کی ہوس میں گرفتار تھے ہم      نہ بلندی کے نہ رفعت کے طلبگار تھے ہم  
آپ ہی اپنے ہر ایک نچ میں غنوار تھے ہم      مددِ غیر سے اصلاً نہ خبردار تھے ہم  
جو سبق آئے تھے آتہ ازل سے لے کر

وہی ہر منزل و ہر راہ میں تھایاں رہبر

اصل سے دور بہت ہوئے نہ پائے تھے ابھی      دیں سی چھوٹے پردیس میں آئے تھے ابھی  
دنِ جدائی کے نصیبوں نے دکھائے تھے ابھی      ڈال سے توڑ کے بازار میں لائے تھے ابھی

۶۷ صہ گزرا تھا مسافر کو نہ غربت میں بہت

جی لگا تھا نہ ابھی غیروں کی صحبت بہت

صاف آئینہ دل میں نظر آتا تھا کوئی      روبرو جس کے جلوہ دل میں نہ پاتا تھا کوئی



جلداول جی وہ جی تھا کہ نہ جس جی کو بھاتا تھا کوئی آنکھ وہ آنکھ تھی جس میں نہ سماتا تھا کوئی

روح تھی بادۂ دوشینہ سے اپنی بدست

تھا ترقی پہ ابھی نشہ صبا ہے است

اس رُغمِ دور روزہ پہ نہ غور تھے ہم عیش و عشرت کے ظلموں سے بہت ڈرتے تھے  
کسی محنت سے مشقت سے نہ معذور تھے ہم آپ ہی راج تھے اور آپ ہی فردور تھے ہم

تھے غلام آپ ہی اور آپ ہی آقا اپنے

خود ہی بیمار تھے اور خود ہی میا اپنے

خود نمائی و خود آرائی کا کچھ دھیان نہ تھا کبر و پندار کا جاری کیس فرمان نہ تھا

گھر میں سامان نہ تھا در پہ نگہبان نہ تھا جی میں فرعونِ زباں بنے کا ارمان نہ تھا

آکے دنیا میں بہت پاؤں نہ پھیلاتے تھے

اک مسافر کی طرح رہ کے چلے جاتے تھے

ایک سے ایک نہ کم تھا نہ زیادہ سرو سب تھے ہم ایک ترائی کے درختِ خود

حاجتیں لیکے کسی در پہ گئے تھے نہ کھو نہ زیں بوسی کی عادت تھی نہ تسلیم کی خو

دستِ قدرت کے سوا سر پہ کوئی ہاتھ نہ تھا

ایک قبلہ تھا کوئی قبلہ حاجات نہ تھا

آید موسم گل میں تھا عجب لطیف ہوا      آنڈھیوں نے کئے انجام کو طوفان سدا  
چشمہ نزدیک تھا منبع سے تو تھا عین صفا      جتنا بڑھا گیا ہوتا گیا پانی گدا  
مٹے مٹے اثرِ صدق و صفا کچھ نہ رہا  
آخری دور میں تلچٹ کے سوا کچھ نہ رہا

حالی

## ۸۰۔ کلمۃ الحق

اے راست گوئی کیا قدر ہے تو      اے حق کی تلخی کیا زہر ہے تو  
شے تجھ سے کوئی کر دی نہ ہوگی      خنفل میں ایسی تلخی نہ ہوگی  
ہے ناگواری پہچان تیری      ”اُنھی شے“ ہے شان تیری  
بابروں کو کرتی اغیار تو ہے      چلو اتنی گھر گھر تلوار تو ہے  
رشتے ہزاروں تو نے توڑ لئے      باپوں سے بیٹے تو نے چھڑ لئے  
بے جرم مسموم تو نے کرائے      سولی پہ معصوم تو نے چڑھ لئے  
تو نے صلہ میں بخشے ہیں اکثر      سولی کے اورنگ کانٹوں کے فسر  
خونخوار لشکر میں ساتھ تیرے      رنگیں لہو میں ہیں ہاتھ تیرے

تیری جلو میں رسوائیاں ہیں      سنگت میں تیری تنہائیاں ہیں  
تدبیر ہے تو ناکامیوں کی      تقریب ہے تو بدنامیوں کی  
تو آشتی کی رہتی ہے دشمن      تو مصلحت رکھتی ہے ان بن  
قطع و برش ہے تاثیر تیری      رہتی ہے نشی شمشیر تیری  
ہوتی ہے جس جا تو جلوہ گستر      دفتر بہت سے ہوتے ہیں اتر

پڑتی ہے ہل چل ہر مرحلے میں  
آتی ہے دنیا اک زلزلے میں

لے راست گوئی لے تیج براں      تیرا مخالف کیوں ہونہ دوراں  
سب وحشت آگین مضمون ہیں تیرے      نیت مصلحت پر بنجوں ہیں تیرے  
گن تیرے جن پر ظاہر ہوئے ہیں      وہ تیری دھن میں آخر ہوئے ہیں  
اٹھتی ہیں دل سے جب تیری مویں      ہوتی ہیں نازل واں حق کی فویں  
دیتی ہے ہمت اُس کو ہمارے      کرتی ہے امید تہاں اشارے  
غم اُن کی شکل کرتا ہے آساں      دل ان سے لاکھوں کو تپا ہے پیال  
چھا جائے ظلمت کو بحر و بر میں      ہے روز روشن ان کی نظریں  
زور ان پہ تیرے ہیں آشکارا      منٹھی میں ان کے عالم ہے سارا

عظمت جہاں ہے تری سمانی

پر بت وہاں ہے نظروں میں لائی

اے رست گوئی تو ہی وہ افسوس منکر بھی دل سے ہر جس پہ پفتوں  
تلخی میں تیری طرفہ مرا ہے ہر دل میں چمکتی تیری ادا ہے  
تو نے جہاں دی آواز جا کر اکھوں سر اٹھے تیری صدا پر  
ہوتی ہے دھیمی پرواز تیری بڑھتی ہے کم کم آواز تیری  
پھر دوڑتی کیوں مدد و زنی جس طرح آتش لگتی ہے بن میں  
بننے ہیں دشمن انصاریں ہوتے ہیں قیدی احرار تیرے  
آہٹ سے تیری کرتے ہیں جورم ہیں گدگداتے دل ان کے ہر دم  
جوں جوں وہ زد سے کرتے ہیں زنی ضرب ان پہ تیری پڑتی ہی پوری  
جاتا ہے آہو جب چوٹ کھا کر گرتا ہے آخر کچھ دور جا کر  
تجھ سے بھی جو ہیں وحشی برکتے پھر پھر کے تھک جاتے ہیں تکتے  
بھاگے ہیں کھا کر زخم ہناں وہ جائیں گے بجکر تجھ سے کہاں وہ  
دیتی ہے اول تو زخم کاری مرہم کی آخر آتی ہے باری  
جس سر زمیں میں پانی ہو غفا تو چھڑتی ہے واں ذکر دریا

زہرا اس غسل کو تو ہے بتاتی جس میں حلاوت ہے سب کو آتی  
اس غیش میں تو کستی شفا ہے نیش اجل کا جس میں فرا ہے  
طوفان کی آہٹ پہلے سے پا کر بیروں میں چرچا کرتی ہے جا کر  
پاتی ہے گھر میں جب کچھ دھواں تو آگ آگ کا غل کرتی ہواں تو  
جھڑکی ہے تیری عادت میں چل ترشی ہے تیری طینت میں اخل

یاں نام ترا جس نے لیا ہے

عالم کو اپنا دشمن کیا ہے

اے رہت گوئی اے ابر حمت ہے اس چمن میں سب تیری برکت  
عالم ہے سرسبز تیرے قدم سے آباد یہ گھر ہے تیرے دم سے  
جن بستیوں میں تو جھپٹائی کھیتی انہی کی یاں لہلہائی  
بند اپنی جس جا تو نے زباں کی نکبت نے منزل آ کر وہاں کی  
ہوتے رہے ہیں سب ملک و ملت سرسبز تجھ سے نوبت بہ نوبت  
کھلتے ہیں گل تیرے ہر سو ہلکی ہلکی کھڑیاں تیری خوش بو  
گو تجھ میں تلخی حد سے سوا ہے پر تیری دار و صحت فزا ہے  
گو عسل کی ہے تو زندگانی پر جہل تیرا دشمن ہے جانی

جابل ہمیشہ تجھ سے لڑے ہیں    ناداں ہزاروں تجھ سے اڑے ہیں    جلد اول  
 لاکھوں بلائیں آئی ہیں تجھ پر    اکثر گھٹائیں چھائی ہیں تجھ پر  
 ملکوں نے تجھ پر حملے کئے ہیں  
 قوموں نے تجھ سے بدے لئے ہیں  
 اے کلمۃ الحق اے سرِ نیرِ داں    جس وقت ہو تو پرے سے عیاں  
 ہوں تیرے جس دم انصار تھوڑے    دشمن بہت ہوں اور یار تھوڑے  
 عالم ہو تیرا جب ناشنا سا  
 حالی کو رکھو اپنا مشنا سا  
 حالی

## ۸۱- حیا

اوجیا او پاسبانِ آبرو    نیکیوں کی قوتِ یازدہی تو  
 پاک دامانی پہ تجھ کو ناز ہے    کیا ہی تیرا دل پذیر انداز ہے  
 جب سائی آنکھ میں تو شل نو    بد نگاہی سے رہی وہ آنکھ دوا  
 دامنِ عصمت تو رکھتی ہو پاک    ہے سدا جرم و گنہ سے تجھ کو پاک

گرنہ ہوتا درمیاں تیرا حجاب      فعلِ بد سے کون کرنا اجتناب  
 جب خطا کرتی ہو دل میں شر و شر      تو ہی بنجاتی ہے واں سینہ سپر  
 ذلت و خواری تجھے بھاتی نہیں      تاب سوئی کی تو لاتی نہیں  
 تو ذلت کو سمجھتی نہ ہر ہے      اور ملامت تیرے حق میں قہر ہے  
 مفلسوں کی ہے تو ہی پشت و پناہ      تو سمجھاتی ہے عرق ریزی کی لہ  
 گو تہیستی کے ہو جائیں شکار      ہی مگر تجھ کو گدائی تنگ و عام  
 ہے ترے نزدیک مرجا ناپسند      پر نہیں ہے ہاتھ پھیلا ناپسند  
 اس قدر تجھ کو نہیں پر لے نال      جس قدر تو آن پر دیتی ہی جاں  
 آبرو کھوتی نہیں از ہر قوت      لب پہ بنجاتی ہے تو ہر سکوت  
 اغنیا کے دل کو گرماتی ہے تو      بخل اور خست سے شرماتی ہے تو

تو ہی سکھاتی ہے ان کو بذلِ مال  
 نغمِ خنجر ہے تجھے ردِ سوال

اسمعیل

## ۸۲۔ مفلسی میں تسلی

بے زرمی کا نہ کر گلا غافل رکھ تسلی کہ یوں مقدر تھا  
 اتنے منعم جہان میں گزرے وقت رحلت کے کس کئے زر تھا  
 صاحب جاہ و شوکت و اقبال دیکھ زراں جملہ اک مسکن در تھا  
 تھی یہ سب کائنات زیر نگین ساتھ مور و بلخ سا شکر تھا  
 لعلِ دیا قوت ہم زرد گوہر چاہئے جس قدر میسر تھا  
 آخر کار جب جہاں سے چلا ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

خوش رہا جب تلک رہا جتیا  
 میر معلوم ہے قلندر تھا

میر

## ۸۳۔ طرزِ معاش

کائیے دن زندگی کے ان یگانوں کی طرح  
 جو سدا رہتے ہیں چوکس پاسبانوں کی طرح



منتر دنیا میں ہیں پاؤں رکاب آٹھوں پہر

رہتے ہیں ہماں سرا میں مہمانوں کی طرح

سچی سے اگتاتے اور محبت کیناتے نہیں

جھیلے ہیں سختیوں کو سخت جانوں کی طرح

رسم و عادت پر ہیں کرتے عقل کو فرماں روا

نفس پر رکھتے ہیں کوڑا حکمرانوں کی طرح

شادمانی میں گزرتے اپنے آپ سے نہیں

غم میں رہتے ہیں شگفتہ شادمانوں کی طرح

رکھتے ہیں تمکلیں جوانی میں بڑھاپے سے سوا

رہتے ہیں چو نچال پیری میں جوانوں کی طرح

پاتے ہیں اپنوں میں غیروں سے سوا بیگانگی

پر بھلا سکتے ہیں اک اک کا بیگانوں کی طرح

ان کے غصے میں ہو دلسوزی ملامت میں ہی پیلا

مہربانی کرتے ہیں نامہربانوں کی طرح

کام سے کام اپنے ان کو گو ہو عالم نکلتے ہیں

رہتے ہیں بتیں دانتوں میں زبانوں کی طرح  
 طعن سن سن احمقوں کے ہنستے ہیں دیوانہ وار  
 دن بسر کرتے ہیں دیوانوں میں سیانوں کی طرح  
 کیجئے کیا حالی نہ کیجئے سادگی گر اختیار  
 بولنا آئے نہ جب رنگیں بیانوں کی طرح  
 حالی

## ۸۴۔ تحفظ تعلقات

بڑا دُور نہ آپس میں ملت زیادہ	مبادا کہ ہو جائے نفرت زیادہ
تکلف علامت ہے بگنائی کی	بڑا الو تکلف کی عادت زیادہ
نکالو نہ رنخے نسب میں کسی کے	نہیں اس سے کوئی رذالت زیادہ
جہاں رام ہوتا ہر ٹیٹھی زبان سے	نہیں لگتی کچھ اس میں دولت زیادہ
مصیبت کا اک اک سوا حوالہ کنا	مصیبت ہے یہ مصیبت زیادہ
کہیں دست تجھ سے نہ جائیں بظن	جتاؤ نہ اپنی محبت زیادہ
جو چاہو فطرتی میں غرت سنا	نہ رکھو امیروں سے ملت زیادہ

ہو الفت بھی حشمت بھی دنیا سے لازم نہ الفت زیادہ نہ حشمت زیادہ  
 فرشتہ سے بہتر ہے انسان دنیا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ  
 ہوئی عمر دنیا کے دھندوں میں آخر نہیں ہو بس اب اس سے مہلت زیادہ  
 غنزل میں نہ رنگت نہیں تیرے حالی  
 الا پس نہ بس آپ ہر پت زیادہ

حالی

## ۸۵۔ بے اعتدالی

تم لے خود پرستو! طبیعت کے بندو نہ را وصف اپنے سنو کان دھر کے  
 نہیں کام کا تم کو اندازہ ہرگز جدھر ڈھل گئے ہو رہے بس اُھر کے  
 جو گانے بجانے یہ آئی طبیعت تو چیخ اٹھے دو دن میں سائے گھر کے  
 جو مجھے میں بیٹھو تو اٹھو نہ جنگ کہ اٹھ جائیں ساتھی سب ایک ایک کر کے  
 اگر پل پڑے جو منہ راور گنجھ پر تو فرصت ملے شاید اب تم کو مر کے  
 پڑا مرغ باڑی کا لپکا تو جانو کہ بس ٹھن گئے غم جنگ تتر کے  
 چڑھا بھوت عشق جوانی کا سر پہ تو بھر گھاس کے آپ ہیں اور نہ گھر کے

پڑا تم کو کھانے کا چمکا تو سمجھو کہ چھوڑینگے اب آپ دن و رات کو کھجے  
 جو پیئے پیو تو پی جاؤ اتنی رہیں پاؤں کے پوش جس میں سر کے  
 جو کھانا تو بے حد جو مینا تو ات گت  
 غرض یہ کہ سرکار میں پیٹ بھر کے  
 حالی

## ۸۶۔ مٹی کا دیا

جھٹ پٹے کے وقت گھر سے ایک مٹی کا دیا  
 ایک بڑھیا نے سر رہ لاکے روشن کر دیا  
 تاکہ رہ گیر اور پرہیزی کہیں ٹھوکر نہ کھائیں  
 راہ سے آساں گزر جائے ہر اک چھوٹا پیرا  
 یہ دیا بہتر ہے ان جھاڑوں سے اور اس لیے  
 روشنی محلوں کے اندر ہی رہی جن کی سدا  
 گر نکل کر اک ذرا محلوں سے باہر دیکھئے  
 ہے اندھیرا گھپ درو دیوار پر چھایا ہوا

مہر خرو آفاق ہیں وہ رہنما مینار ہیں  
روشنی سے بن کی ملاحوں کے پیڑے پار ہیں

حالی

## ۸۷۔ حکمت

مکن ہے کُل جلتے جبل اپنے مقررے      لیکن کبھی تبدیل جبت نہیں ہوتی  
ہو جان کی جو نکھوں بھی اگر راہ طلب تیا      پست اس سے اولوالعزم کی ہمت نہیں ہوتی  
خلوت میں بھی لاتے نہیں عاقل لے منہ پر      جو بات کہ شایستہ جلوت نہیں ہوتی  
ہم کرتے ہیں عادت کی غلامانہ اطاعت      اصلاح پر براں لے عادت نہیں ہوتی  
پیتے کی طرح جو کوئی محکوم ہوا ہو      اس شخص کی دنیا میں کہیں پت نہیں ہوتی

دُعا تھی ہے قیامت یہی خو خوار جہاں میں

کچھ غم نہیں ہوتا جو محبت نہیں ہوتی

لو جان بیچ کر بھی جو فضل دہنر ملے      جس سے ملے جہاں سے ملے جت قدر ملے  
جب چشم آرز پھوٹ گئی سب غلش مٹی      اب شکر برزہ ہاتھ لگے یا گھر ملے

مکن نہیں بغیر قناعت فراغ ہال

بر خند تودہ تودہ تجھے سحر و زہر ملے

غیر توکل نہیں چاہو مجھے اپنے ہی دم کا ہر سہارا مجھے  
 حرص و طمع نے تو ڈبوایا تھا صبر و قناعت نے ابھارا مجھے  
 فرصتِ اوقات ہر بس مفتسم  
 یہ نہیں ملنے کی دوبارہ مجھے

۱۔ سمعیل

## ۸۸۔ حکمت

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی  
 نہ سنا کرے کوئی نہ کہو گر برا کرے کوئی  
 روک لو گر غلط چلے کوئی بخش دو گر خطا کرے کوئی  
 کون ہے جو نہیں ہے حاتموند کس کی حاجت روا کرے کوئی  
 کیا کیا خضر نے سکندر سے اب کے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب  
 کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

غالب

## ۸۹- ترانہ مسلم

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا  
 مسلم ہیں ہم وطن ہو سارا جہان ہمارا  
 دنیا کے تنگدوں میں پہاؤ وہ گھر خدا کا  
 ہم اس کے پاس ہیں وہ پاس ہمارا  
 تیغوں کے سایہ میں ہم پیکرِ جوانِ محض ہیں  
 خنجرِ ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا  
 توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے  
 ممکن ہیں مٹانا نام و نشان ہمارا  
 باطل سے بنے ملے لے آسمانِ نہیں ہم  
 سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا  
 لے ارضِ پاک تیری حرمت پکڑ کر ہم  
 ہو خوں تری رگوں میں اتنگ رواں ہمارا  
 مغرب کی ڈایوں میں گونجی اداں ہماری  
 تھما نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا  
 لے مریحِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو  
 اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خوان ہمارا  
 لے گلستانِ اندلس وہ دن ہیں یادِ تجھ کو  
 تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیان ہمارا  
 سالارِ بخارواں ہے میرِ حجاز اپنا  
 اس نام سے ہے باقی آبرم جان ہمارا

۱۔ اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا

ہوتا ہے جادہ پیا پھر کا رواں ہمارا

۱۔ اقبال

جلد اول

## ۹۔ مژدہ

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا وصلِ دیدار ہوگا  
 سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا  
 نہیں رہا اب وہ دورِ ساقی کہ چھپکے پتے تھے پیسے دا  
 جہان سارا بنے گامے خانہ ہر کوئی بادہ خوار ہوگا  
 سفینہٴ برگِ گل بنائے گا کارواں مورتیاں کا  
 ہزار موجوں کی ہو کشاکشِ گریہ دریا کے پار ہوگا  
 کبھی جو آوارہٴ جنوں تھے وہ بستیوں میں پھر آسکے  
 برہنہ پائی دیں رہیں گے نیا غار زار ہوگا  
 چمن میں لالہ دکھاتا پھر تا ہی دلغ اپنا کلی کلی کو  
 وہ یہ سمجھتا ہی اس دکھاوے سے دل جلوں میں تیار ہوگا  
 نہ پوچھنا اقبال کا ٹھکانہ ابھی وہی کیفیت ہی اسکی  
 کہیں سرِ رد گزار بیٹھا ستم کشِ انتظار ہوگا  
 اقبال



## ۹۱۔ فقیر کی صدا

گر قوم کی خدمت کرتا ہے    احسان تو کس پر دھرتا ہے  
کیوں غیروں کا دم بھرتا ہے    کیوں خوف کے مارے دھرتا ہے  
اس بات کا یہ ہی پرتا ہے    کچھ گانٹھت دے تب ترپتا ہے  
اٹھ بانڈھ مکر کیا ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

جو عمریں مفت گنوائے گا    وہ آخر کو بچھٹائے گا  
کچھ بیٹھے ہاتھ نہ آئے گا    جو ڈھونڈے گا وہ پائے گا  
تو کب تک دیر لگائے گا    یہ وقت بھی آخر جائے گا

اٹھ بانڈھ مکر کیا ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

جو موقع پا کر کھوئے گا    وہ اشکوں سے منہ دھوئے گا  
جو سوئے گا وہ روئے گا    اور کانٹے گا جو بوئے گا  
تو غافل کب تک سوئے گا    جو ہونا ہو گا ہوئے گا

جلداول

اٹھ بانڈھ مکر گیا ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اب دنیا کا وہ رنگ نہیں وہ طرزِ صلح و جنگ نہیں

اغیار کا تو پاسنگ نہیں کیا تجھ کو شرم و ننگ نہیں

گو تاج نہیں اور رنگ نہیں پر ملک خدا کا ننگ نہیں

اٹھ بانڈھ مکر گیا ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

یہ دنیا آخر قانی ہے اور جان بھی اک دن جاتی ہے

پھر تجھ کو کیوں حیرانی ہے کر ڈال جو دل میں ٹھانی ہے

جب ہمت کی جولانی ہے تو پھر بھی پھر پانی ہے

اٹھ بانڈھ مکر گیا ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

دیوانہ

## ۹۲۔ تنبیہ مسلم

سینہ کوہ جسے سن کے دہل جاتا تھا      لیکے وہ بارِ امانت تو بنبھل جاتا تھا  
 لبت لانی کی صدا سن کے مچل جاتا تھا      ایک جلوے کے لئے آگ میں جل جاتا تھا  
 سارِ توحید کا اک نعمتِ بیاب تھا تو      ایک جوہر تھا مگر ایسا نہ کیا ب تھا تو  
 مثل زر گس نہ کبھی شیفہ خواب تھا تو      سرعتِ برق تھا تو ہستی سیاب تھا تو  
 جستجو کی وہ مگر تیری ادائیں نہ رہیں

ذوقِ آلودہ وہ پروردِ مدہیں رہیں

ہو کے نکلت تجھے پرہیز پریشانی سے      گل ہی اور ڈرتے آشفہ گریبانی سے  
 جلوہ ہو کر تو جھمکنے لگا عریانی سے      شعلہ ہو کر یہ خذر سوختہ سامانی سے  
 کیا تر ابعیتِ رضواں میں ہی پیاں تھا      کیا یہی درسِ علیؑ و عمرؓ و عثمانؓ تھا  
 یہی اسلام تھا پہلے بھی یہی ایماں تھا      کیا شہِ شرب و لطیٰ کا یہی فرماں تھا

جانکل تو ہے مذلت کا اگر متوالا

ترا محتاج نہیں گنبدِ خضرا والا

## ۹۳۔ مردانِ خدا

کوچہ دوست میں کھ پاؤں دے نال  
سرکش اس راہ میں گردن کو جھکالتے ہیں  
حق تو یہ ہے کہ عجب لوگ ہیں مردانِ خدا  
اپنے سرغیر کی ناحق یہ باب لیتے ہیں  
سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے پر کوئی  
آسرا غیر کا مردانِ خدا لیتے ہیں  
گرچہ درویش ہیں یہ لوگ مگر چاہیں تو  
سلطنت مول تے درکے گدایتے ہیں  
میرے دیرانہ میں رویش بھی سلطان ہو جائے  
یاں بسیرا سرشام آکے ہاتھ لیتے ہیں  
جام جم سے لے رہتے ہیں سمجھتے ہیں زیاد  
بھیک جس کا سین تیرے فقرا لیتے ہیں

سند

## ۹۴۔ فاطمہ

ز ایک عرب کی بڑی جو غازیانِ طرابلس کو عین میدانِ کارزار میں  
مشک سے پانی پلاتی پھرتی تھی اور بالآخر خود بھی جنت کو سدھاری  
فاطمہ تو آبروئے ملتِ مظلوم ہے ذرہ ذرہ تیری مشیتِ خاک کا معصوم ہے

جلداول کس قدر غرت تجھے لے جو صحرائی ملی  
غازیانِ ملتِ ہضیا کی سقائی ملی  
ہر جبارتِ آفریں شوقِ شہادت کستد  
دل کہ برگِ نازکِ گل سے بھی تھا پاکیزہ  
موت کے اندیشہ جاگاہ سے برگانہ تھا  
موجہ خوں کی ہم آغوشی سے بھی بڑا پختا  
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی  
ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستریں تھی  
سیئہ ملت میں ایسا جلوہ نادیدہ تھا  
جس کے نظارہ میں اک عالم سراپا دیدہ تھا

اپنے صحرا میں بہت آہوا بھی پوشیدہ ہیں  
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

اقبال

## ۹۵- شجر ملت

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ  
مکمل نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے  
ہر لازوال عہدِ خزاں اس کے واسطے  
کچھ واسطہ نہیں ہر آسے برگِ بارے  
فصلِ خزاں ہی تیرے گلستاں میں خمیر بن  
خالی ہی حبِ گلِ زہدِ کامل عیار سے  
جو نعمتِ زن تھے خلوتِ اوراق میں طیوہ  
رخصت ہوئے ترے شجر سایہ دار سے  
شاخِ بریدہ سے سبقِ اندوز ہو کے تو  
واقف نہیں ہر قاعدہ روزگار سے

مذہب کے ساتھ واسطہ استوار رکھ  
پیوستہ رہے شجر سے امید بہار رکھ

اقبال

## ۹۶۔ شغل تکفیر

اے موی صلیبے کہا میں نے کیا آپ کچھ حالتِ یورپ سے خبردار نہیں ہیں  
آماؤہ اسلام ہیں لندن میں ہزاروں ہر چند ابھی مائل انظار نہیں ہیں  
جو نام سے اسلام کے ہو جلتے تھے برہم ان میں بھی تعصب کے وہ اتنا نہیں ہیں  
افسوس مگر یہ کہ واعظ نہیں پیدا یا ہیں تو بقول آپ کے دیں دار نہیں ہیں  
کیا آپ کے زمرہ میں کسی کو نہیں یاد کیا آپ بھی اس کے لئے تیار نہیں ہیں؟  
جھٹاکے کہا یہ کہ یہ کیا سوء ادب ہو کہتے ہو وہ باتیں جو سنرا دار نہیں ہیں

کرتے ہیں شبِ روز مسلمانوں کی تکفیر  
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں

شبلی

## ۹۷- گل

تجھے کیا فکر ہے لے گل دل صد جاں بلبل کی  
 تو اپنے پیر میں کے چاک تو پہلے رفو کرے  
 اگر منظور ہے تجھ کو خزانِ آشنا رہنا  
 جانِ رنگِ بوسے پہلے قطعِ آرزو کرے  
 تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں  
 تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کرے  
 تنگ بخشی کو استغنا سے پیغامِ نجات دے  
 نہ موتِ کشِ ساتی رنگوں جامِ دبو کرے  
 نہیں یہ شانِ خود داری چمن کو توڑ کر تجھ کو  
 کوئی دستار میں لکھ لے کوئی زیبِ گل کرے  
 صنوبرِ باغ میں آزاد بھی ہے یا گل بھی ہے  
 انھیں پابندی میں حاصلِ آزادی کو تو کرے  
 چمن میں غنچہ گل سے یہ لکھ کر اڑ گئی شبنم  
 مذاقِ جو گلچیں ہو تو پیدا رنگِ بو کرے

اقبال

## ۹۸- حالِ اقبال

ہر نفسِ اقبال تیرا آہ میں ستور ہے  
 سیئہ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے  
 نعمتِ امید تیرے بر بطِ دل میں نہیں  
 ہم سمجھتے ہیں یہ لیلیٰ تیرے گل میں نہیں

گوش آواز سرد و رفتہ کا جوتا ترا      اور دل ہنگامہ حاضر سے بے پروا ترا  
قصہ گل بھنوا یا ان چین سنتے نہیں      اہل محفل تیرا پیغام کس سنتے نہیں  
زندہ پھر وہ محفلِ دیرینہ ہو سکتی نہیں      شمع سے محفلِ شبِ دہشتینہ ہو سکتی نہیں

لے ورے کاروانِ خفتہ یا خاموش ہو

ہر بہت یاں آفریں تیری صد خاموش ہو

ہم نشیں سلام ہوں میں تو حید کا حال ہوں میں      اس صداقت پر ازل سے شاہِ عادل ہوں میں  
نہیں موجودات میں قصاں حرارت اس کے      اور علم کے تخیل میں جسارت اس کے  
حق نے عالم اس صداقت کے نو پیدا کیا      اور مجھے اس کی حفاظت کے لئے پیدا کیا  
آتشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اسرارِ حیات      کہ نہیں سکتی مجھے مایوس پیکارِ حیات  
کب دے سکتا ہو غم کا عارضی منظر مجھے      ہر بھروسہ اپنی ملت کے معذور مجھے  
ہاں یہ سچ ہے حقیقت پر بعد کس کہتا ہوں میں      اہل محفل سے پرانی دہائیاں کہتا ہوں میں  
یادِ سہد رفت میری خاک کو اکیر ہو      میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہو

سامنے رکھتا ہوں اس دُشِ نشاط افزا کو

دیکھتا ہوں دُش کے آئینہ میں داکو



## ۹۹-اسلام کا کارنامہ

گھٹا اک پہاڑوں سے بلجائے اٹھی      پڑی چار سو ایک بیک صوم جس کی  
کوٹک اور دھمک دُور دُور اُس کی پہنچی      جو ٹیگس یہ گرجی تو گنگا پہ برسی

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی

ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کیا اُمیوں نے جہاں میں اُجالا      ہوا بس سے اسلام کا بول بالا  
یتوں کو عرب اور عجم سے نکالا      ہر اک ڈو بتی ناؤ کو جا بٹھالا

زمانے میں پھیلائی توحیدِ مطلق

لگی آنے گھر گھر سے آوازِ حقِ حق

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں      پڑی کھلی کفر کی سرحدوں میں  
ہوئی آتشِ افسردہ تشکدوں میں      لگی خاک سی اُڑنے سب مصدوں میں

ہوا کعبہ آباد سب گھر اُجڑ کھر

جھے ایک جا سارے دنگل کھر کھر

لئے علم و فنِ ان سے نصرانیوں نے      کیا کسبِ اخلاقِ روحانیوں نے

ادب ان سے لکھا صفا ہاتھوں نے کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے جدا دل

سہراک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا

کوئی گھر نہ دنیا میں تار یک چھوڑا

ارسطو کے مردہ فنوں کو جلایا فلاطون کو زندہ پھنسر کر دکھایا

سہراک شہرِ قریہ کو یونان بنایا مرا علم و حکمت کا سب کو چکھایا

کیا برطرف پردہ چشم جہاں سے

جگایا زمانہ کو خوابِ گراں سے

حالی

## ۱۔ مسلمانوں کا فائدہ

مسلمانوں بتاؤ تو تمہیں اپنی خبر کچھ ہے تمہارے کیا مدارج رہ گئے ان پر نظر کچھ ہے

اگر کچھ ہے تو سوچو دل میں بھی اس کا اثر کچھ ہے حرفیوں کی تعلی باعثِ سوزِ جگر کچھ ہے

میں معلوم ہے کچھ رہ گئے ہو کیا ہے کیا ہو کر

کہ ہر آنکھ ہو راہِ ترقی سے جدا ہو کر

کوئی آگے نہ تھا تم سے ترقی کی تگ و تہا کوئی دس میں چلتا تھا تو تم ممتاز تھے سو

جلداول تمہیں نے فرق بتلایا تھا سب کو گندم جو میں تمہیں سے سیکھ کر بنتی تھیں عالم مغربی تھیں

شرف پایا تھا تم نے امتیاز حق و باطل میں

مخالف بھی تمہاری قدر دانی کرتے تھو دل میں

تمہاری غیبت تھیں اوج تھارتبہ تھا شائیں تھیں تمہاری بات تھی احکام تھے کھنٹا تھا آئیں تھیں

تمہارے ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تھیں تمہیں تم تھے زمانہ میں تمہاری دستانیں تھیں

خود و ناز کم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو

سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو

تمہارا اتفاق باہمی دیوارِ راہن تھا مخالف ایک کا جو تھا وہ گویا سب کا دشمن تھا

تمہاری ہمتوں کا عرشِ اعظم پر نشیمن تھا تمہارے ہاتھ میں آفاق کا ہر علم ہر فن تھا

تم اپنی حق پرستی سے دبا لیتے تھے دنیا کو

خدا کے سامنے جھک کر جھکا دیتے تھے اعدا کو

نہ یہ آپس کے جھگڑتے تھے نہ یہ ناقتی پرستی تھی طبیعت پر نہ دیو نفس کی یہ چیرہ دستی تھی

نہ دل میں بدگمانی تھی نہ ہمت میں لپٹی تھی نظریں منظرِ نورِ حقیقت ساری ہستی تھی

تمہاری وضع دل کش تھی تمہاری شانِ عالی تھی

.. خوش اطلاق تمہاری منظرِ شانِ جمالی تھی

نہیں ہی بائے افسوس اب تھا راہ چلنی تھی  
نہ وہ حسنِ غسل باقی نہ اب حسنِ ظنِ باقی  
نہ وہ ذوقِ ہنرمندی نہ شوقِ علمِ دینی باقی  
نہ دل میں ہی وہ جوشِ حبِ یارِ انِ ظنِ باقی

جو فکریں ہیں وہ اپنے نفس کو راحت دینی کی

تو قہ کیا اسی پر ہی خدا کی مہربانی کی

وہ باتیں جن سے تو میں ہوس رہی ہوں نا سکھو  
اٹھو تہذیبِ سیکھو صنعتیں سیکھو ہنر سیکھو  
جرعہ و تجربے اطرافِ دنیا میں ہنر سیکھو  
خواصِ نشک تر سیکھو علومِ بحر و بر سیکھو

خدا کے واسطے نوجوانو! ہوش میں آؤ

دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو جوش میں آؤ

اکبر

## ۱۰۔ مرثیہ سلسلی

روئے ابل کھول کر لے دیدہ خوابِ بیا  
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ مجازی کا مزا  
یہ جملی خیمہ تھا ان صحرائِ نشیمنوں کا کبھی  
بحرِ بازی گاہ تھا جن کے مینوں کا کبھی  
زلزلے جس کو شہنشاہوں کے درباروں میں تھے  
شعلہ جاں سوزِ نہاں جن کی تلواروں میں تھے  
آفرینش جن کی دینے کس کی تھی اہل  
جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے ہلکے محفل

جلداول زندگی دنیا کو جن کی شور و شر سے ملی فلعلى الناس کوزنجیر قوم سے ملی

جس کے آواز سے لذت گیر اب تک گشت ہو

وہ جس کی اب ہمیں کے لئے خاموش ہو

آہ لے سلی! سمندر کی ہر تجھ سے آبرو رہنما کی طرح اس صحرائے پانی میں ہو تو

زیب تیرے خال سے رخسار دنیا کو ہے تیری شمعوں سے تسلی بحرِ پیا کو ہے

ہو سبک چشم مسافر پر ترا منظرِ دما موجِ رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر

تو کبھی اس قوم کی تمذیب کا گوارہ تھا حزنِ عالم سوزِ جن کا آتشِ نظارہ تھا

نالہ کشِ شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر دلاغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر

آسمان نے دولتِ غنا طعجبِ برباد کی ابنِ بدروں کے دلِ ناشاد نے فیاؤ کی

مرثیہ تیری تباہی کا مری قسمت میں تھا

یہ ترپنا اور ترپانا مری قسمت میں تھا

اقبال

۱۰۲۔ بلادِ اسلامیہ

سرزمینِ دلی کی سجدِ دلِ غم دیدہ ہو ذرہ ذرہ میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہو

پاک اس اُجرے گلشن کی نہ ہو کیونکر تیں خالقِ عظمتِ اسلام ہی یہ سرزمین  
سوتے ہیں اس خاک میں خیرِ ادم کے بعدِ نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار  
دل کو باقی رہا بھی تک گرمیِ محض کی یاد  
جس چکا حاصل مگر محفوظ ہو حاصل کی یاد

ہے زیارت گاہِ مسلم گو جان آباد بھی اس کرامت کا مگر خدا رہے بغداد بھی  
یہ چینؔ وہ کہ تھا جس کے لئے سامانِ ناز لالہ صولتِ یثرب یعنی تہذیبِ حجاز  
خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ ادم جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبر کے قدم  
جس کے غنچے تھے چمنِ سماں وہ گلشن ہی ہی  
کانشتا تھا جن سے رومائے کادفن ہی ہی

ہی زمینِ قرطبہ بھی دیدہٴ مسلم کا نور ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طو  
بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی  
دویر گردوں میں غنچے سیکڑوں تہذیب کے پل کے نکلے ماورِ ایام کے آغوش سے  
قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہی  
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگِ نناک ہی

خطِ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیا ر ہمدی امت کی سلطوت کا نشانِ پائدا

جلداول صورت خاکِ حرم یہ سرزمین بھی پاک تو آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہو  
نکمتِ گل کی طرح پاکیزہ ہو اس کی ہوا تربتِ ایوبِ نصاریٰ سے آتی ہو صد

کشور اسلام کائے مسعود دل ہو یہ شہر  
سیکڑوں صدیوں کی کشتِ خوں کا حصہ ہے یہ

وہ زمیں ہو تو گرے خوابِ گاہِ مصطفیٰ دید ہو کعبہ کو تیری حج اکبر سے سوا  
خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہو مانندِ نگین اپنی عظمت کی ولادتِ گاہ تھی تیری زیر  
تجہ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی جس کے دامن میں ماں اقوامِ عالم کو ملی

نام لیا جس کے شاہنشاہِ عالم کے ہوئے  
جانشینِ قیصر کے وارثِ مسندِ جم کے ہوئے

گو ٹٹا نابستیوں کا ہو شعارِ روزگار عظمتِ ملت کی باقی یاد گار ہیں ہر  
یہ ہو ہوا ہو کبھی شے ہوئے آنازیں یا نمایاں ہیں کسی گرنی ہوئی دیواریں  
نالا کرتی ہو کہیں خاموش سوتی ہو کہیں اہل ملت کی ذرا موتی کو روتی ہو کہیں

جلوہ گاہیں اس کی ہیں انبی زیا رت کے لئے  
اشکباری کے لئے غم کی حکایت کے لئے

## ۱۰۳۔ شمع و شاعر

### شاعر

دوش میگفتم بہ شمع منزل ویرانیش گیسوے تو از پر پروانہ دارد شانہ  
 درجاں مثلِ چہرِ غلامِ صحرا ستم نے نصیبِ فحفلے نے قسمتِ کاشانہ  
 مدتے مانندِ تو من ہم نفس می سوختم در طوافِ شعلہ ام بالے نزد پروانہ  
 می پدید صد جلوه درجاں اہل فرمودن بر نی خیزد نہ محفل یک دل دیوانہ  
 از کجایس آتشِ عالم فروز انداختی ؟  
 گر یک بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی !

### شمع

مجھ کو جو موحِ نفس دیتی ہو پیغامِ اجل لب اسی موحِ نفس سے ہو نوا پیرائیرا  
 میں تو جلتی ہوں کہ بخورِ مری فطرتیں سوز تو فروزاں ہو کہ پڑا نول کہ ہو سودائیرا



گر یہ مہاں ہیں کہ میرے دل میں بڑھو فانِ شب  
شبم افشاں تو کہ بزمِ گل میں ہو چرچا ترا  
گل بدامن ہو مری شب کے لہو سے میری صبح  
ہے ترے امروڑے نا آشنا فردا ترا  
یوں تو روشن ہو مگر سوزِ دروں رکھتیاں  
شعلہ ہی مثلِ چسپِ رخِ لالہ صبرا ترا  
سوچ تو دل میں لفتِ ساقی کا ہی یہاں تجھے؟  
اور ہی تیرا شعار آئینِ ملت اور ہے  
کعبہ پہلو میں ہو اور سوائیِ بت خانہ ہی  
زشتِ ردئی سے تری آئینہ ہی رسوا ترا  
قیس ہوں پیدا تری محفل میں یہ یں میں  
کس قدر شوریدہ سر ہی شوقِ بے پروا ترا  
لے در تائبندہ لے پروردہ آغوشِ موج  
تنگ ہو صبرا ترا محلِ بے بسیا ترا  
لذتِ طوفاں سے ہی نا آشنا دیا ترا

اب نوا پیرا ہے کیا گلشن ہوا برہم ترا  
بے محل تیرا ترغِ نعمت بے موسم ترا

تجھیں ذوقِ تماشا وہ تو رخصت ہو گئے  
لیکے اب تو وعدہ دیدارِ عام آیا تو کیا  
انجمن سے وہ پیرا نے شعلہ آشام اٹھ گئے  
ساقیا! محفل میں تو آتشِ بھام آیا تو کیا  
آہ! جب گلشن کی جمعیت پر نشانِ موہکی  
پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا  
آخر شبِ دید کے قابل تھی لیل کی ٹرپ  
بھدم کوئی اگر بلائے بام آیا تو کیا  
مجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر روانہ تھا  
اب کوئی سوائے سوزِ تمام آیا تو کیا

جلداول

پھول بے پروا ہیں تو گرم نوا ہو یا نہ ہو  
کارواں بے حس ہر آوازِ دروا ہو یا نہ ہو

شمع محفل ہو کے توجہ سے زسے خالی رہا  
تیرے پر وے نے بھی اس لذت سے بیگانے رہا  
رشتہ الفت میں جب اُن کو پرکھتا تھا  
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہا  
شوق بے پروا گیا فکرِ فلک پہا گیا  
تیری محفل میں دیوانے نہ فرزانے رہا  
وہ جگر سوزی نہیں وہ شعلہ آتشی نہیں  
فائدہ پھر کیا جو گردِ شمع پر وے رہا  
خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے؟  
اب وہ میکش رہے باقی نہ بچا رہا  
رو رہی ہر آج اک ٹوٹی ہوئی مینا ہے  
کل تھک گردن میں جس ساقی کے پیانے رہا  
آج ہیں غاموش دشتِ جنوں پرور جا  
رقص میں لیلارہی لیلکے دیوانے رہا

ولے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ نیاں جا رہا

جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی  
شہرِ ان کے مٹ گئے آبادیاں بن ہو گئیں  
سلطوتِ توحید قائم جن نازوں سے ہوئی  
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں  
درمیں عیش و دامِ آئیں کی پابندی سے  
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں  
خود بخوبی کو متنا جن کے نگاروں کی تھی  
وہ لگا ہیں اُمیدِ نورِ ایمن ہو گئیں

جلدوں اڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں  
دل میں کیا آئی کہ پابندِ شمعین ہوئیں  
وسعتِ گردوں میں تھی انکی ترپ نظر سوز  
بجلیاں آسودہ دامنِ خرمن ہوئیں  
دیدہ خونبار ہومنت کش گلزار کیوں  
اشکِ پیہم سے نکاہیں گلِ بزمِ گنجیں

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی  
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرنِ امید کی

مژدہ لے پیما نہ بردارِ خمستانِ حجاز  
بعدِ مدتِ ترے رندوں کو پھر آیا ہی ہو  
نقدِ خودداری بہائے بادۂ اغیار بھی  
پھر دکانِ تیری ہو لبِ یزیدانے ناؤں  
ٹوٹنے کو ہے ظلمِ باہِ سیما یاں مہند  
پھر سلمیٰ کی نظر دیتی ہی پیغامِ خروش  
پھر یہ غوغا ہے کہ لاساقتی شراب خانہ ساز  
دل کے ہنگامے میں مغرب نے گردائے جوش  
نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں  
ہر سحر کا آسمانِ خورشید سے مینا بدوش  
در غمِ دیگر بسوز و دیگرانِ راہم بسوز  
گفتِ روشنِ حدیثے گر تو انی دارگوں  
کہہ گئے ہیں شاعریِ جزویت از پیغمبری  
ہاں سنا دے مصلِ ملت کو پیغامِ سروش

آنکھ کو بیدار کرو و وعدہ دیدار سے

زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

ملک ہاتھوں سے گیامت کی آنکھیں  
سرِ چشمِ دشت میں گردِ رَم آہو ہوا

رہن ہمت ہوا ذوق تن آسانی ترا  
بحر تھا صحرا میں تو گلشن میں آیا جو ہوا  
اپنی صلیبت یہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی  
چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروان ہو ہوا  
زندگی قطرے کی سکھاتی ہر اسرارِ حیا  
یہ کبھی گو ہر کبھی شبنم کبھی آنسو ہوا  
پھر کہیں سے اس کو پیدا کر بڑی دولت یہ  
زندگی کیسی جو دل بریگاہ نہ پہلو ہوا  
آبرو باقی تری ملت کی جمعیت تھی  
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

فرد قائم ربط ملت سے ہی تنہا کچھ نہیں

موج ہی دریا میں در بیرونِ دریا کچھ نہیں

پردہ دل میں محبت کو ابھی مستور کر  
یعنی اپنی محی کو رسوا صورتِ بیانا نہ کر  
خیمہ زن ہو دادی سینا میں ماں ندیم  
شعلہ تحقیق کو غارت گر کا شانہ کر  
شمع کو بھی ہو زرا معلوم انجام ستم  
صرف تعمیرِ سحر خاکِ ستر پروانہ کر  
تو اگر خود دار ہو منت کش ساتی نہ ہو  
عین دریا میں حباب آسانگوں مانہ کر  
کیفیت باقی پرلے کوہ و صحرا میں یہ  
ہر جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر  
خاک میں تجھ کو مقدر نے ملا یا ہے اگر  
تو عصا افتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر  
ہاں اسی شاخ کہن پر پھر بنائے آشیان  
اہل گلشن کو شہیدِ نعمتِ مستانہ کر  
اس چمن میں سپر و طبل ہو یا تلخ گل  
یا سراپا نالہ بن جایا نوا پیدا نہ کر

کیوں چین میں بے صد مثل رہیں ہم؟  
لب کشا ہو جاسر و بربط عالم ہی تو

آشنا اپنی حقیقت سے ہو لے دہقان را  
دانہ تو کھیتی بھی تو بارں بھی تو حاصل بھی تو  
آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے مجھے؟  
راہ تو رہو بھی تو رہبر بھی تو منزل بھی تو  
کانپتا ہے دل ترا اندیشہ طوفان سے کیا؟  
نا خدا تو بحر تو کشتی بھی تو محل بھی تو  
وائے نادانی کہ تو محتاج ساقی ہو گیا  
مے بھی تو مینا بھی ساقی بھی تو محل بھی تو  
شعلہ بن کر بھونک دے خاشاک غیر اللہ کو  
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

بے خبر! تو جو ہر آئینہ ایام ہی!

بے خبر! تو جو ہر آئینہ ایام ہی!

تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہی!

اپنی صلیب سے ہو آگاہ لے غافل کہ تو  
کیوں گرفتارِ طلسم ہیج مقداری ہی تو  
قطرہ ہی لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی تو  
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفان بھی تو  
سینہ ہی تیرا میں اس کے پیامِ ناز کا  
ہفت کشور جس سے ہو خیر بے تیغ و تلنگ  
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی نہ پایاں بھی تو  
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس نہ سماں بھی تو  
اب تلنگ شاہد ہی جس پر کوہِ فاران کا سوت  
لے تافلِ پیشہ تجھ کو یاد وہ پیاں بھی تو

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا      ورنہ گلشن میں علاجِ تنگی داماں بھی ہو حصہ اول  
دل کی کیفیت ہی پیدا پردہٴ تقریر میں      کسوتِ مینا میں سے مستور بھی عریاں بھی ہو  
پھونکٹا لہری حری آتشِ نوا نے مجھے      اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہو  
راز اس آتشِ نوا کی کامرے سینے میں دیکھ

جلوہٴ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہٴ پوش      اور ظلمتِ رات کی سیماں پا ہو جائیگی  
اس قدر ہوگی ترنمِ آفریں بادشاہ      نکلتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائیگی  
آئیں گے سینہ چاکاںِ حمن سے سینہ چاک      یعنی گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائیگی  
شبنم افشانی مری پیدا کر گی سوز و ساز      اس حمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائیگی  
دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مال      موجِ مضطر ہی اے زنجیر پا ہو جائیگی  
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیمانِ سجد      پھر حبسِ خاکِ حرم سے آشنا ہو جائیگی  
نالہٴ صبا سے ہونگے نوا سا ماںِ طیو      خونِ گلچیں سے گلی رنگیں قبا ہو جائیگی  
آنکھ جو کچھ دکھتی ہے لب پہ ایسا کہتا ہنیر      جو حیرتِ ہوں کہ دنیا کیا ہے کیا ہو جائیگی  
شبِ گریزاں ہوگی آخر جلوہٴ خورشید

یہ حمنِ معور ہوگا نغمہٴ توحید      اقبال

## ۱۰۴۔ اجماع کے مسلمان اور اسلام

ہیں ہوا پر کفر کے گیسو پر نشان ان دنوں  
کوئے دل میں کیونکر آئے بوجے ایمان اندوں  
علم دیں مفتوحہ ہی گم ہے صراطِ مستقیم  
خضر رہے ہر غولِ بیاباں اندوں  
اپنے اشر کو یہ کیا لیجا ٹیگا سوئے جاز  
مست خود ہی مینڈ کی گت پر حدی خواں اندوں  
بڑھ رہا ہے کفر زلفِ علت معلول سے  
حسنِ فطرت ہی حجابِ فتنے یزداں اندوں  
شایع دیوانِ ہستی ہی قیاسِ مغربی  
ہی ازل بھی بحرِ بوں کے زیرِ فداں اندوں  
ہیں مشاغلِ محفلِ احباب کے ناگفتہ بہ  
دمِ بخود مٹیٹھا ہی اکبرِ ساخنِ داں اندوں

ہیں ترے ہی واسطے اکبر یہ سارے شعبہ

دیکھ تو ان کے یہاں مذہب کا سامان اندوں

خدا جانے کہا کس نے یہ کس دن عقلِ مسلم سے  
کہ مشرق سے نظر آتا نہیں مغرب کا چھکار  
گئی دنیا تو پھر ہم دین کو اکبوں لگا رکھیں  
برا معلوم ہوتا ہی مسائل کا یہ پشتارا  
مضر ہیں مذہبی قیدیں مناسبِ شکست انگلی  
فراہم ہیں مگر یہ مولوی ان کا نہیں حار  
وہ چھینٹے دیبے ان کو حکیمانہ طریقوں سے  
کہ کچھ کر رکھ ہی ہو جائے یہ مذہب کا انگار  
چلے مقرر اضِ تدبیر ایسے پیچیدہ طریقوں سے  
کہ جڑ کٹ جائے مذہب کی یہ گھرِ خندم

ترقی پائے گی قوم آپ کی پھر دگر بنیں عجب کیا ہی کہ پھر ہنسنے لگے اقبال کا دھارا جلد اول  
قیامت کر گئی قومی ترقی گوشتِ مسلمیں لگا کتنے زبے نعمت اگر حاصل شود مارا

اگر اس شاہِ مغرب بدست آرد دلِ مارا

بیچشمِ مستِ او خشمِ تبیح و مصلے را

دل مرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا بت کے بندے ملے امید کا بندہ نہ ملا

بزمِ یاراں سے پھری بادِ بہاری پو ایک سر بھی اسے آمادہ سودا نہ ملا

گل کے خواہاں تو نظر آئے بہت عطر و گل طالبِ غزنی بلبلِ شیدا نہ ملا

واہ کیا راہ دکھائی ہے ہمیں مرشد نے کر دیا کعبہ کو گم اور کلیسا نہ ملا

ہوشیاروں میں تو اک ایک سے سو ہیں کبر

جھکو دیوانوں میں لیکن کوئی تجھ سے نہ ملا

نہاں راہِ اوصاف و ثنا ہا خوانند مومنوں را بخرِ اشند بہ دشنامِ چند

غیرتِ دین بفروشند بیک غمزدہ کفر چشم پوشند ز ملت پیئے خود کا مے چند

روح خود را جو سیر دی غلامیِ حرفِ چہ کنی ناز بہ نامے وہ خدا مے چند

وردِ ایں نعمتِ حافظ کن خوش باش کبر ہاں تو از بادۂ شیراز بزن جا مے چند

اے گدایانِ خراباتِ خدایا رہتہا چشمِ انعام مارید ز خود کا مے چند



حلہ اول اپنے بھائی کے مقابل کبر سے تن جائیے غیر کا جب مانا ہو بس قلی بن جائیے  
فلسفہ اتحاد کا لہجے فوراً قبول دین کی ہوبات تو ابطل پڑھن جائیے

شیخ صاحب یہی قومی ترقی کی نشانت  
روٹھنے سے کچھ نہیں ہو فائدہ من جائیے

نذیب نے کر دیا تھا ہر اک کو غرقِ نوم تھے مبتلائے حج و زکوٰۃ و صوم  
دنیا و دین کا فیصلہ آخر کو یہ ہوا عشقِ تباں شباب میں پیری میں عشقِ قوم

اس عہد میں یہی ہو بس اخلِ نکوئی نذیب پہ نکتہ چینی ملت میں عیب جوئی  
شوقِ عمل نہیں ہو فکرِ اجل نہیں ہو واعظ بنے ہیں اکثر عابد نہیں ہو کوئی

نہ نماز نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج ہو تو خوشی پھر اسکی کیا ہو کوئی ضبط کوئی حج ہو  
جو خیال ہیں نہ اے تو مذاق ہیں لو کھے نہ وہ وضع قوم کی ہو نہ وہ شانِ بیخ و حج ہو

کہیں میم کا ہی پھندہ کوئی دختِ رز کا بند  
ہو پھر اس پہ نار و خندہ کہ دل سہیں کیا جھج ہو

اس عہد میں ماٹل سوئے اتحاد جو دل ہے اسکی تو گورنمنٹ ہی رسیپائبل ہے  
غزالی و رومی کی بھلا کون سنے گا فحل میں چھڑا نغمہ اسپینسر دل ہے

کچھریوں میں ہے پرست گریجو ایٹوں کی سڑک پہ مانگ ہے قلیوں کی اور میٹوں کی  
نہیں ہے قدر تو بس علم دین و تقویٰ کی خرابی ہے تو فقط شیخ جی کے بیٹوں کی

نہیں اب شیخ صاحب کی وہ عادت وضو کی اور مناجاتِ سحر کی  
مگر ہاں چاہی پی کر حسب دستور تلاوت کرتے ہیں وہ پائیسر کی

اذانوں سے سوا بیدار کن انجن کی سیٹی ہے  
اسی پر شیخ بیچارے نے اپنی چھپاتی میٹی ہے  
کہاں باقی رہے ہم میں وہ اورادِ سحر گاہی  
وظیفہ کی جگہ یا پائیسر یا آئی ڈی ٹی ہے

مسجدیں سنسان ہیں و کابوئی دھوم ہے مسئلہ قومی ترقی کا مجھے معلوم ہے

جلداول بے نماز نہیں ہیں اور اُس پتھر تے پتھر یہ غنیمت ہے کوئی ٹوٹے تو گرتے نہیں

پانیر کے صفحہ اول میں جس کا ذکر ہو میں ولی سمجھوں گا اسکو عاقبت کی فکر ہو

غالباً حاتمہ بانجیر سمجھ لو اس کا جس کے مرنے کا نئی روشنی نے غم کیا

نئی تہذیب میں بھی مذہبی تعلیم شامل ہے مگر یونہی کہ گویا آبِ زعفران میں دھن کر

سعادتِ روح کی کس بات میں ہر ایک کی بات کہ کالج میں کوئی اس علم کا ماہر نہیں ہوتا

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہر دور سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

منزلوں دُور اُن کی دانش سے خدا کی ذات ہے  
خورد ہیں اور دُور ہیں تک انکی بس اوقات ہے

نشان کھوکے بگولے کی طرح اٹھتے ہیں تو خاک خوش ہوں ہم ایسی بلند نامی سے حصہ اور

کے کٹے جودیکھے گی دنیا انکو عبرت گرے پتے ہیں یہ بس سبز ہیں اپنی طوبت

نئی نئی لگ رہی ہیں آنچیں یہ قوم بکیں گھیل رہی ہو  
نہ مشرقی ہو نہ مغربی ہو عجیب اپنے میں ڈھل رہی ہو

انگریز میں عظمت جہاں بانی ہے ہم میں اک شانِ علم روحانی ہے  
لیکن تم لوگ تو کسی میں بھی نہیں بازو نہ قوی نہ قلب نورانی ہے

موت سے ڈرتے ہیں اب پہلے یہ تعلیم نہ تھی کچھ نہیں آتا تھا اللہ سے ڈرنیکے سوا

شکر ہی راہ ترقی میں اگر بڑھتے ہو یہ تو بلاؤ کہ قرآن بھی کبھی پڑھتے ہو

تم شوق سے کالج میں پلو پارک میں پھلو جائزہ و عبار و نمیں اڑو حرج یہ جھولو

جدا دل نہیں ایک سخن بندہ عابر کا رہے یاد اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اکبر مریض ہو تو دعا بھی اسے سکھاؤ ایسا نہ ہو کہ صرف دوا ہی کا ہو رہے

جوش میں لائے صبا جس کو وہ خون اچھا کرے بوئے گل جس کو آبِ حارے وہ جنوں اچھا کرے  
جوش میں آئے جو قرآن سے وہ خون اچھا کرے کفر پر غصہ دلائے وہ جنوں اچھا کرے

دلیلِ محمد سے پوچھتی ہے کہ تم مسلم مگر خدا کیا  
دل اس کے عاشق سے کہہ رہا ہے کہ اس کے سوتے یہ سو گیا

ہیں اہلِ جہاں منکرِ اللہ سے گدے پر دو پھول بھی رکھتے نہیں محمد کی لچکر پر  
نہنگامے آنہی کے لئے ہیں صل علی کے حوزت میں عاشق تھے ہوا اللہ احد پر

اکبر

وہاں سے نہیں سمجھتا  
تیرا ہے

(۴) معرفت " " " " " "

تیسرا

صفحہ

(۱۱) معرفت . . . . . ۸

(۱۶) جلوۂ قدرت . . . . . ۱۲

(۱۸) معرفت . . . . . ۱۶

(۲۷) معرفت . . . . . ۲۰

(۳۲) مزاجات . . . . . ۲۸

۲- احمدزی نواب غلام احمد خاں صاحب مرحوم  
ولادت برٹن کرناٹ وفات مدفن علی گڑھ

(۴۶) بزم حیات . . . . . ۹۴

۳- آزاد سید محمد حسین صاحب مرحوم  
ولادت ۱۸۳۱ء وطن دلی وفات ۱۹۱۷ء مدفن لاہور

(۴۳) شاعر کی دعا . . . . . ۳۸

۴- اسماعیل مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم  
ولادت ۱۸۴۳ء وطن میرٹھ وفات ۱۹۱۷ء مدفن میرٹھ

(۲۱) معرفت . . . . . ۱۷

(۸۱) حیا . . . . . ۱۱۱

(۸۷) حکمت

۵۔ اقبال ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ولادت ۱۸۷۰ء وطن سیالکوٹ

رسم، مناجات .. .. . ۳۱

(۱) مسلم کی مناجات " " " " " ۳۵

۳۸      ۱۰   ۱۱   ۱۲   ۱۳   ۱۴   ۱۵   ۱۶   ۱۷   ۱۸   ۱۹   ۲۰   ۲۱   ۲۲   ۲۳   ۲۴   ۲۵   ۲۶   ۲۷   ۲۸   ۲۹   ۳۰   ۳۱   ۳۲   ۳۳   ۳۴   ۳۵   ۳۶   ۳۷   ۳۸   ۳۹   ۴۰   ۴۱   ۴۲   ۴۳   ۴۴   ۴۵   ۴۶   ۴۷   ۴۸   ۴۹   ۵۰   ۵۱   ۵۲   ۵۳   ۵۴   ۵۵   ۵۶   ۵۷   ۵۸   ۵۹   ۶۰   ۶۱   ۶۲   ۶۳   ۶۴   ۶۵   ۶۶   ۶۷   ۶۸   ۶۹   ۷۰   ۷۱   ۷۲   ۷۳   ۷۴   ۷۵   ۷۶   ۷۷   ۷۸   ۷۹   ۸۰   ۸۱   ۸۲   ۸۳   ۸۴   ۸۵   ۸۶   ۸۷   ۸۸   ۸۹   ۹۰   ۹۱   ۹۲   ۹۳   ۹۴   ۹۵   ۹۶   ۹۷   ۹۸   ۹۹   ۱۰۰

(۴۵) جواب شکوہ " " " " " " " " " " " "

(۵۴) پروہ میم " " " " " " " " " "

(۶۳) تحفه امت .. .. . ۸۰

(۸۹) تراژدی مسلم

(۹۰) فردہ " " " " " "

(۱۴) فاطمه " " " " " " ۱۲۵

(۹۵) شجرت " " " " " " " " " " " "

۱۲۶

۱۲۸ " " " " " " " " (۹۷) کل

(۹۸) حال قبیل " " " " " " " ۱۲۸



صفحہ

(۱۰۱) مرثیہ سلی " " " " " " " " ۱۳۳

(۱۰۲) بلادِ اسلامیہ " " " " " " " " ۱۳۴

(۱۰۳) شمع و شاعر " " " " " " " " ۱۳۵

۴۔ ا۔ حکبر سید اکبر حسین صاحبِ لہ آبادی مرحوم  
ولادت ۱۲۲۹ھ وطن الہ آباد وفات ۱۲۹۷ھ مدفن

(۲۳) معرفت " " " " " " " " ۱۸

(۷۱) بہشتی " " " " " " " " ۹۰

(۷۲) چشمِ باطن " " " " " " " " ۹۱

(۷۳) فکرِ عاقبت " " " " " " " " ۷

(۱۰۰) مسلمانوں کا فناء " " " " " " " " ۱۳۱

(۱۰۴) آجکل کے مسلمان اور اسلام " " " " " " " " ۱۴۴

۵۔ ا۔ امیر منشی امیر احمد مینائی صاحبِ مرحوم  
ولادت ۱۲۲۲ھ وطن کھنوی وفات ۱۳۱۵ھ مدفن حیدر آباد

(۵) معرفت " " " " " " " " ۴

(۷) معرفت " " " " " " " " ۷

صفحہ	۶	۸) معرفت
ضمیمہ اول	۳۰	۳۵) کریمی و ریحی
	۵۸	۴۶) صلی اللہ علیہ وسلم
	۶۴	۴۹) سلامی علیک
	۷۷	۵۸) شوق زیارت مدینہ منورہ

## ۸۔ انیس میر سبر علی صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۹۷ھ وطن دلی وفات ۱۳۹۱ھ مدفن لکھنؤ

۱۲) جلوہ قدرت

۳۶) شاعر کی مناجات

## ۹۔ برق نمشی ہماراج بہادر

ولادت وطن دلی

۷۸) احتساب زندگی

## ۱۰۔ لہجہ

ولادت وطن

۶۸) شوق زیارت مدینہ منورہ

ضمیمہ اول ۱۱۔ بیان صفحہ

ولادت وطن

(۵۲) نعت .. " " " " " " ۶۷

۱۲۔ تسلیم نشی امیر اسد صاحب مرحوم  
ولادت ۱۸۲۷ء وطن فیض آباد وفات ۱۹۱۷ء مدفن لکھنؤ

(۷۰) سفر آخرت .. " " " " " " ۸۹

۱۳۔ جلیل حافظ جلیل حسن صاحب  
ولادت وطن

(۴۸) شب معراج .. " " " " " " ۵۹

۱۴۔ حالی خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم  
ولادت ۱۸۳۷ء وطن پانی پت وفات ۱۹۱۷ء مدفن پانی پت

(۲۴) حمد .. " " " " " " ۲۳

(۲۷) حمد .. " " " " " " ۷

(۵۶) بعثت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم .. " " ۷۳

(۶۲) عرصہ حال .. " " " " ۷۹

- (۶۵) خدا کی خدائی . . . . . ۸۴
- (۶۶) قدیم سادہ زندگی . . . . . ۱۰۴
- (۸۰) کلمۃ الحق . . . . . ۱۰۷
- (۸۳) طرز معاش . . . . . ۱۱۳
- (۸۴) حفظ اخلاقیات . . . . . ۱۱۴
- (۱۱۵) بے اعتدالی . . . . . ۱۱۵
- (۸۶) مٹی کا زیبا . . . . . ۱۱۶
- (۹۹) ہم کا کارنامہ . . . . . ۱۳۰

۱۵۔ حبیب سید حبیب اسد شاہ صاحب جلالپوری

ولادت وطن جلال پور

- (۶۶) وعاء فاتحہ شریف . . . . . ۳۴

۱۶۔ داغ نواب مرزا خاں صاحب مرحوم

ولادت وطن دلی وفات مدفن حیدر آباد

- (۱۱۶) جلوہ قدرت . . . . . ۱۲

- (۲۳) گلستہ معرفت . . . . . ۱۹



(۲۳) گلدستہ معرفت . . . . . ۱۹

(۳۸) وجد " " " " " " " " " "

۴۲

(۴) فکر عاقبت " " " " " ۹۶

۲۰۔ سرشد نواب سید محمد خاں صاحب مرحوم

ولادت      وطن فیض آباد و وفات      مدفن

(۲) محمد ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲

(۹۳) مروان خدا " " " " " " ۱۲۵

۲۱۔ سرور [جان بابی] منشی درگا سہائے صاحب آجہمانی

ولادت      وطن جهان آباد      وفات

(۵۳) نعت .. .. . ۶۸

۲۲- سودا      مرزا محمد رفیع صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۸۵ھ وطن دہلی وفات ۱۳۹۵ھ مدفن لکھنؤ

(۳) معرفت

(۱۶) جلوہ قدرت .. .. . ۱۲

(۲۳) گلدستہ معرفت " " " " " ۱۹

ضمیمہ اول ۲۳- شبلیہ

ولادت وطن

(۴۷) یہ ہی تو ہیں " " " " " " " " ۵۹

۲۴- شبلی

ولادت وطن: غظم گڑھ وفات ۱۹۱۷ء مدفن غظم گڑھ

(۹۶) شغل تکفیر " " " " " " " " ۱۲۷

۲۵- ظفر سراج الدین بہا و شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت وطن دلی وفات مدفن رنگون

(۲۶) حمد " " " " " " " " ۲۳

(۳۴) مناجات " " " " " " " " ۲۹

(۳۶) مناجات " " " " " " " " ۳۱

(۶۹) تنبیہ اہل فلیں " " " " " " " " ۸۸

۲۶- ظفر علی خاں صاحب

ولادت وطن

(۵۵) شمع ہدایت " " " " " " " " ۷۲

۲۷۔ عارف پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب  
ولادت وطن

(۶۶) حضرت انسان . . . . . ۸۵

۲۸۔ غالب مرزا اسد اللہ خان صاحب مرحوم  
ولادت ۱۲۹۲ء وطن آگرہ وفات ۱۳۶۹ء مدفن دلی

(۷۹) گریہ . . . . . ۳۳

(۸۸) حکمت . . . . . ۱۵

۲۹۔ محروم منشی تمبوگ چند صاحب  
ولادت وطن

(۱۳۱) ترانہ وحدت . . . . . ۹

(۱۳۲) خدا کے جلوے . . . . . ۱۰

(۱۳۶) خدا کی امانت . . . . . ۸۶

۳۰۔ مسکین . . . . . ۸۰

ولادت وطن

(۱۵۹) شوق زیارت مدینہ منورہ . . . . . ۷۷



شیعہ غلام محمد انصاری صاحب مرحوم  
 مصحفی ۳۱ - ولادت  
 وطن احمدیہ وفات مدفن کھنؤ

(۱۵) معرفت " " " " " " "

۳۲۔ مومن      مومن خاں صاحب مرحوم  
ولادت      وطن دلی      وفات      مدفن دلی

(۳) مناجات " " " " " " " " ۲۶

۳۴ - میر میر تقی صاحب مرحوم  
ولادت ۱۱۲۵ھ وطن اکبر آباد وفات ۱۲۲۵ھ مدفن لکھنؤ

(۱۶) جلوہ قدرت " " " " " " " ۱۲

(۱۹) معرفت " " " " " " " " " " ۱۶

(۳۹) گریه " " " " " " " "

۳۳

(۶۸) دل " " " " " " " "

(۸۲) مفلسی میں تسلی

۳۳۔ نظمیں کبر آبادی شیخ ولی محمد صاحب مرحوم  
ولادت وطن اکبر آباد وفات مدفن اکبر آباد